Postal Reg. No. L/P/ GDP-1, DEC 2012

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم　　نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیم　　وَعَلٰی عَبْدِ ہِ الْمَسِیحِ الْمَوْعُوْد

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

جلد 59
ایڈیٹر
منیر احمد خادمؔ
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
محمد ابراہیم سرور

مسیح موعود نمبر
ہفت روزہ
بدر
قادیان
The Weekly
BADR Qadian

شمارہ
10-11
شرح چندہ
سالانہ 350 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
35 پاؤنڈ یا 60 ڈالر امریکن
65 کینیڈین ڈالر
یا 40 یورو

24 ربیع الاوّل۔ یکم ربیع الثانی 1431 ہجری 18-11 امان 1389 ہش 18-11 مارچ 2010ء

اخبار احمدیہ

قادیان دارالامان: سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر وعافیت ہیں۔ الحمدللہ۔ احباب کرام حضور انور کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین

اللھم اید امامنا بروح القدس وبارک لنا فی عمرہ وامرہ۔

اللہ تعالیٰ اس اُمت میں ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجے گا جو دین کی تجدید کرے گا

اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے گا تو ضرور ایک یا زیادہ اشخاص اسے پالیں گے

قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ایک شخص کے مبعوث ہونے کی عظیم بشارت

ارشاد باری تعالیٰ

☆......ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الاُمِّیّنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍo وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُم لَمَّا یَلْحَقُوا بِھِم وَھُوَ الْعَزِیْزُالحَکِیْم o ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔(سورۃ الجمعہ آیت 3 تا 5)

ترجمہ: وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی (وہ بھیجے گا) جو ابھی تک ان سے ملی نہیں۔ اور وہ غالب اور حکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

☆......وَاِذْقَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَ ھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ o وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَo

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب عیسیٰ ابن مریم نے اپنی قوم سے کہا کہ اے بنی اسرائیل! مَیں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں، جو (کلام) میرے آنے سے پہلے نازل ہو چکا ہے یعنی تورات، اس کی پیشگوئیوں کو میں پورا کرتا ہوں اور ایک ایسے رسول کی بھی خبر دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔ پھر جب وہ رسول دلائل لے کر آ گیا، تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا کھلا فریب ہے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے، جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اور اللہ ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

☆......یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ لَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَo ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔(سورۃ صف آیت ۷ تا ۱۰)

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا خواہ کافر (لوگ) کتنا ہی ناپسند کریں۔ وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

☆......عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّ دُ لَھَا دِیْنَھَا۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ و مشکوۃ مطبع نظامی دہلی صفحہ ۱۴ کتاب العلم و مطبع مجتبائی صفحہ ۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امّت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث فرمایا کرے گا جو آکر دین کی تجدید کریگا۔

☆......قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمْ ابن مریم حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْب وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیر وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَیُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یُقْبِلَہٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنُ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا۔ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوں عدل اور حَکَم ہو کر۔ وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کریں گے۔ اور مال اس بہتات سے ہوگا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔ ان کے زمانہ میں ایک سجدہ دنیا ومافیھا سے بہتر ہوگا۔

☆......عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُنْزِلَتْ عَلَیْہِ سُوْرَۃ الْجُمْعَۃ ”وَآخرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ“ قَالَ قُلْتُ مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَلَمْ یُرَاجِعہٗ حَتّٰی سَأَلَ ثَلَاثاً وَفِیْنَا سَلمَان الفَارسِی وَضَعَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ عَلٰی سَلمَان ثُمَّ قَالَ لَوکَانَ الْاِیْمَانُ عِندَ الثُّرَیّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِن ھٰؤلَآءِ۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ الجمعۃ کی آیت وآخرین منھم لمایلحقوا بھم نازل ہوئی۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہیں؟ جب آپ نے جواب مرحمت نہیں فرمایا تو میں نے تین مرتبہ دریافت کیا۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ بھی ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمانؓ پر رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا کے قریب بھی ہو جائے گا (اپنی دوری کے اعتبار سے) تو ان میں سے کچھ لوگ یا ایک آدمی اسے وہاں سے لے آئے گا۔ ☆☆☆

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام بے مثل و مانند ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور دین کے احیاء کے لئے مبعوث فرمایا اور آپ کے زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے رسل و رسائل کے وہ سب سامان مہیا فرمادئے جن کی ضرورت تھی اور اپنی جناب سے آپ کو علم و معرفت کے خزائن عطا فرمائے اور عربی زبان میں کامل ملکہ اور مہارت عطا فرمائی اور قرآن مجید کے معارف آپ پر کھولے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ علوم و نکات اور ان کے اسرار آپ پر واضح کردئے اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت آپ پر آشکار کردی جن کے ذریعہ آپ نے علم و عرفان کے دریا بہادئے اور اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ایسے راز ظاہر فرمائے جنکی مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملنی ناممکن ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''سلطان القلم'' کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ آپ کا کلام عربی میں اردو میں فارسی میں نظم و نثر میں نہایت عمدہ و اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ زبان ادب کا بھی عظیم شاہکار ہے حضورؑ کی کتب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ جہاں آپ نے اپنے کلام سے مذاہب عالم کی بنیادی غلط فہمیوں کی اصلاح فرمائی، توحید باری تعالیٰ کا عرفان دیا، دنیا کے کسی بھی خطہ میں آنے والے انبیا کی عزت و تکریم قائم کی اتحاد و اتفاق کا درس دیا، حکومت سے وفاداری کا سبق دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے کی ساری دنیا کو دعوت دی اور ایسا علمی کارنامہ سرانجام دیا کہ قیامت تک دنیا اس گراں بہا سرمایہ سے مستفید ہوتی رہے گی۔

آپ کی کتب میں علم و عرفان کے ایسے دریا بہائے گئے ہیں جن میں غوطہ لگا کر ہی انسان بے بہا قیمتی موتی اور لعل و زمرد سے بڑھ کر چمک دیکھ سکتا ہے ان کو پا سکتا ہے اور ان کے نور سے منور ہوسکتا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو قرآنی علوم و معارف سکھائے اور حقائق عطا فرمائے آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ میرا علم خدائے رحمان کی طرف سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عربی میں کمال حاصل کرنے کا مقام آپ کو حُبِّ رسول اور حبِّ قرآن کے طفیل حاصل ہوا ہے۔ آپ نے علماء کو عربی میں انشاء پردازی میں مقابلہ کا چیلنج دیا۔ تفسیر قرآنی لکھنے کا بھی چیلنج دیا اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عربی کا ۴۰ ہزار مادہ سکھا دیا ہے اور عربی کا وسیع علم عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح اردو زبان میں بھی آپ نے جہاں سادہ زبان میں اپنے پیغام کو پہنچایا وہاں نہایت بلیغ و فصیح عبارتوں سے بھی اپنے کلام کو مزین کیا جب ہم آپ کے کلام کو غور سے پڑھتے ہیں تو حیران و ششدرر ہ جاتے ہیں کہ کس عمدگی سے اور کتنی وسعت اور گہرائی سے، کتنے اختصار اور تفصیل سے آپ نے خلق اللہ کی ہدایت کے لئے اپنی قلم سے کام لیا ہے۔ آپ کی اسّی سے زائد کتب، اشتہارات و مکتوبات ہیں جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے تائید و نصرت پا کر تحریر کئے ہیں اور ان میں ایسے نکات بیان فرمائے ہیں جن کو جان کر بے اختیار روح وجد میں آجاتی ہے اور بار بار انہیں پڑھنے کی شدید خواہش پیدا ہوتی ہے۔ ان کو بار بار پڑھنے سے نئے نئے علوم کا انکشاف ہوتا ہے۔ انسان اندھیرے سے روشنی کی طرف بڑھنے لگتا ہے دلوں کے شکوک دور ہوتے ہیں اور اللہ کے قرب کی راہیں قریب دِکھنے لگتی ہیں۔ بعض عبارتیں ایسی ہیں جن کو بار بار پڑھنے کا دل کرتا ہے اور ہر بار روحانی لذت و سرور بڑھتا ہے اور پھر دوبارہ پڑھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

وہ کون سا بنیادی مسئلہ ہے جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ اور کون سی اعتقادی غلطی ہے جس کی آپ نے اصلاح نہ کی ہو۔ آپ کے کلام میں ایسے ایسے نوادر ہیں کہ جن کی طرف اس سے پہلے کسی کی نظر عمیق نے سبقت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ سے آپ نے ایسے علوم حاصل کئے جو اس سے قبل کسی عالم دین نے بیان نہیں کئے اور یہ سب کچھ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں حاصل ہوا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں

كل بركة من محمد صلى الله عليه وسلم فتبارك من علم وتعلم نیز فرمایا

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے   احمد کو محمد سے تم کیسے جدا سمجھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاما بھی بہت سے علوم سکھائے جن میں سے خطبہ الہامیہ واضح نشان ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم آپؑ کی کتابوں کو بار بار پڑھیں ان پر غور کریں اور ان سے علم و حکمت و صداقت کی جو روشنی پائیں اس سے اپنے آپ کو، اپنے اہل وعیال کو، اپنے دوستوں کو، اپنے اہل وطن کو اور دوسروں کو بھی منور کریں۔

حضور علیہ السلام کی کتب روحانی خزائن کے نام سے شائع شدہ ہیں ان کا باقاعدگی سے درس ہونا چاہئے۔ ذیلی مجالس کی طرف سے اپنے اراکین کے مطالعہ کے لئے یہ کتب مقرر کی جاتی ہیں ہر ممبر اس کا مطالعہ کرے اس کا امتحان دیں اور عملی طور پر ان سے استفادہ کریں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا تکبر پایا جاتا ہے''

(سیرۃ المہدی جلد اول حصہ دوم ص ۳۶۵)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

''وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو۔ تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاؤ''   (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۴۰۳)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیوں کہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے''   (ملفوظات جلد ۴ ص ۳۶۱)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس سلسلہ میں اپنے ایک پیغام میں فرماتے ہیں:

''یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اس کے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین''

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ کی ان زریں نصائح وارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

(قریشی محمد فضل اللہ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
پاکیزہ نعتیہ منظوم کلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا ۔ نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ۔ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے ۔ اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدّجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے ۔ میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے ۔ دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی ۔ دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے ۔ وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے ۔ جو راز تھے بتائے نِعم العطاء یہی ہے
آنکھ اس کی دُور بیں ہے دل یار سے قریں ہے ۔ ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیاء یہی ہے
جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے ۔ دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
اس نُور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں ۔ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا ۔ وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
ہم تھے دلوں کے اندھے سَو سَو دلوں پہ پھندے ۔ پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ ۔ باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مِرا یہی ہے

جامعہ احمدیہ قادیان میں لیکچرر کی ضرورت ہے

جامعہ احمدیہ قادیان میں ایک لیکچرر کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ایسے نوجوان جو اپنی زندگی وقف کر کے اپنی خدمات پیش کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی درخواست مع کوائف ضروریہ نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بھجوائیں۔ ☆۔ اس لیکچرر کو کمپیوٹر سائنس اور انگریزی (B . A اسٹینڈرڈ) طلباء کو پڑھانی ہوگی۔ ☆۔ تعلیمی قابلیت کم از کم B.Sc کمپیوٹر سائنس یا B.C.A ہونی چاہئے۔ ☆۔ قادیان میں رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا۔ ☆۔ ایسے واقف زندگی کو -/4585 روپے ماہوار مشاہرہ ابتدائی طور پر دیا جائے گا۔ ☆۔ خواہش مند اپنی درخواستیں 31 مارچ 2010ء تک نظارت تعلیم قادیان میں بھجوادیں۔

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی

......آپ کی تحریرات کی روشنی میں......

’’مَیں خدا تعالیٰ کے ان تمام الہامات پر جو مجھے ہو رہے ہیں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن مقدس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور مَیں اس خدا کو جانتا اور پہچانتا ہوں۔..... سومَیں اس وحی پاک سے ایسا ہی کامل حصہ رکھتا ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کامل قرب کی حالت میں انسان رکھ سکتا ہے۔ جب انسان ایک پُر جوش محبت کی آگ میں ڈالا جاتا ہے جیسا کہ تمام نبی ڈالے گئے تو پھر اس کی وحی کے ساتھ اضغاث احلام نہیں رہتے بلکہ جیسا کہ خشک گھاس تنور میں جل جاتا ہے ویسا ہی وہ تمام اوہام اور نفسانی خیالات جل جاتے ہیں اور خالص خدا کی وحی رہ جاتی ہے۔ اور یہ وحی صرف انہی کو ملتی ہے جو دنیا میں کمال صفا۔ محبت اور محویت کی وجہ سے نبیوں کے رنگ میں ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۴ اٹھارویں سطر میں یہ الہام میری نسبت ہے ’’جری اللہ فی حلل الانبیاء‘‘ یعنی خدا کا فرستادہ نبیوں کے حلّہ میں۔ سومَیں شکّی اور ظنّی الہام کے ساتھ نہیں بھیجا گیا بلکہ یقینی اور قطعی وحی کے ساتھ بھیجا گیا ہوں.... مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے دلائل قاطعہ سے یہ علم دیا گیا ہے اور ہر ایک وقت میں دیا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھے القاء ہوتا ہے اور جو وحی میرے پر نازل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے نہ شیطان کی طرف سے۔ مَیں اس پر ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسا کہ آفتاب اور ماہتاب کے وجود پر۔ یا جیسا کہ اس بات پر کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ ہاں جب میں اپنی طرف سے کوئی اجتہاد کروں یا اپنی طرف سے کوئی الہام کے معنے کروں تو ممکن ہے کہ کبھی اس معنی میں غلطی بھی کھاؤں۔ مگر مَیں اس غلطی پر قائم نہیں رکھا جاتا۔ اور خدا کی رحمت جلد تر مجھے حقیقی انکشاف کی راہ دکھا دیتی ہے اور میری رُوح فرشتوں کی گود میں پرورش پاتی ہے۔‘‘

(تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۶۴۔۶۵)

’’سومَیں نے خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۷ تا ۶۲)

’’بعض نادانوں کا یہ خیال کہ گویا مَیں نے افتراء کے طور پر الہام کا دعویٰ کیا ہے غلط ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ کام اس قادر خدا کا ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اس جہان کو بنایا ہے۔ جس زمانے میں لوگوں کا ایمان خدا پر کم ہو جاتا ہے اس وقت میرے جیسا ایک انسان پیدا کیا جاتا ہے اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اپنے عجائب کام دکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ خدا ہے۔ مَیں عام اطلاع دیتا ہوں کہ کوئی انسان خواہ ایشیائی ہو خواہ یورپین اگر میری صحبت میں رہے تو وہ ضرور کچھ عرصہ کے بعد میری ان باتوں کی سچائی معلوم کر لے گا۔‘‘

(اشتہار صفحہ ۱۶۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ کتاب البریہ)

جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعے سے مجھے خبر دی کہ تو اِس صدی کا مجدد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ:۔

’’اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآاُنْذِرَ اٰبَاءُ هُمْ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ‘‘ یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے قرآن سکھلایا اور اُس کے صحیح معنے تیرے پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا تو لوگوں کو بدانجام سے ڈراوے کہ جو بباعث پُشت در پُشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تا اُن مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہِ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہہ دے کہ مَیں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں۔‘‘

(کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۲۰۱)

’’امابعد واضح ہو کہ موافق اس سنّت غیر متبدلہ کے ہر یک غلبہ تاریکی کے وقت خدا تعالیٰ اِس امتِ مرحومہ کی تائید کے لئے توجہ فرماتا ہے اور مصلحت عامہ کے لئے کسی اپنے بندہ کو خاص کر کے تجدید دین متین کے لئے مامور فرما دیتا ہے۔ یہ عاجز بھی اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجدد کا خطاب پا کر مبعوث ہوا۔ اور جس نوع اور قسم کے فتنے دنیا میں پھیل رہے تھے اُن کے رفع اور دفع اور قلع قمع کے لئے وہ علوم اور وسائل اس عاجز کو عطا کئے گئے کہ جب تک خاص عنایت الٰہی ان کو عطا نہ کرے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے۔‘‘ (کرامات الصادقین صفحہ ۳)

’’جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ...... اِس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے تب مَیں نے اس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ نِدا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اُس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوت پا کر اسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو صلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں۔ اور اُن کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کو دُور کروں اور پھر جب اس پر چند سال گذرے تو بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اُمت کے لئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہِ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ مَیں ہی ہوں اور مکالماتِ الٰہیہ اور مخاطبات رحمانیہ اس صفائی اور تواتر سے اس بارے میں ہوئے کہ شک وشبہ کی جگہ نہ رہی۔ ہر ایک وحی جو ہوتی ایک فولادی میخ کی طرح دل میں دھنستی تھی اور یہ تمام مکالماتِ الٰہیہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے تھے کہ روز روشن کی طرح وہ پوری ہوتی تھیں۔ اور اُن کے تواتر اور کثرت اور اعجازی طاقتوں کے کرشمہ نے مجھے اس بات کے اقرار کے لئے مجبور کیا کہ یہ اُسی وحدہٗ لاشریک خدا کا کلام ہے جس کا کلام قرآن شریف ہے۔ اور مَیں اس جگہ توریت اور انجیل کا نام نہیں لیتا کیونکہ توریت اور انجیل تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں سے اس قدر محرّف و مبدّل ہو گئی ہیں کہ اب ان کتابوں کو خدا کا کلام نہیں کہہ سکتے۔ غرض وہ خدا کی وحی جو میرے پر نازل ہوئی ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس کے ذریعہ سے مَیں نے اپنے خدا کو پایا اور وہ وحی نہ صرف آسمانی نشانوں کے ذریعہ مرتبہ حق الیقین تک پہنچی بلکہ ہر ایک حصہ اس کا جب خدا تعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر پیش کیا گیا تو اس کے مطابق ثابت ہوا اور اس کی تصدیق کے لئے بارش کی طرح نشانِ آسمانی برسے۔‘‘ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱، ۲)

’’اِس زمانہ میں گندی تحریروں کے ذریعہ سے اس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی توہین کی گئی ہے کہ کبھی کسی زمانے میں کسی نبی کی توہین نہیں ہوئی۔...... اور درحقیقت یہ ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ شیطان اپنے تمام ذرّیات کے ساتھ ناخنوں تک زور لگا رہا ہے کہ اسلام کو نابود کر دیا جائے اور چونکہ بلاشبہ سچائی کا جھوٹ کے ساتھ یہ آخری جنگ ہے۔ اس لئے یہ زمانہ بھی اس بات کا حق رکھتا تھا کہ اس کی اصلاح کے لئے کوئی خدا کا مامور آوے۔ پس وہ مسیح موعود ہے جو موجود ہے۔ اور زمانہ حق رکھتا تھا کہ اس نازک وقت میں آسمانی نشانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی دنیا پر حجّت پوری ہو۔ سو آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور آسمان جوش میں ہے کہ اس قدر آسمانی نشان ظاہر کرے کہ اسلام کی فتح کا نقّارہ ہر ایک ملک میں اور ہر یک حصّہ دنیا میں بج جائے۔ اے قادر خدا! تُو جلد وہ دن لا کہ جس فیصلہ کا تو نے ارادہ کیا ہے وہ ظاہر ہو جائے اور دنیا میں تیرا اجلال چمکے اور تیرے دین اور تیرے رسول کی فتح ہو۔ آمین ثم آمین۔‘‘ (چشمۂ معرفت صفحہ ۸۶۔۸۷)

’’یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سومَیں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان مَیں ہوں اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں اور شرطیں جمع کی ہیں اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے.... یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی۔ رسول۔ محدث۔ مجدد سب داخل ہیں۔ مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات اُن کو دیئے گئے گو وہ ولی ہوں یا ابدال ہوں امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔‘‘ (ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴)

’’چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے۔ وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیاء اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔ یہ تم قرآن شریف سے معلوم کر چکے ہو کہ خلیفۃ اللہ کے نزول کے ساتھ فرشتوں کا نازل ہونا ضروری ہے تا دلوں کو حق کی طرف پھیریں۔ سو تم اس نشان کے منتظر رہو۔ اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور ان کے اُترنے کی نمایاں تاثیریں تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا تو تم نے یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا۔ لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آ گئیں تو تم انکار سے باز آؤ۔ تا تم خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سرکش قوم نہ ٹھہرو۔‘‘

(فتح اسلام صفحہ ۱۳ حاشیہ)

خطبہ جمعہ

اگر دلوں کی سختی کو دور کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب پانا ہے تو ذکر اس کی ایک اہم شرط ہے۔

قرآن کریم کو بھی خدا تعالیٰ نے ذکر کہا ہے۔ اس کو پڑھنا بہت ضروری ہے تا اس کو پڑھنے سے انسان کی، ایک مومن کی نیک فطرت اس سے منور ہو کر مزید روشن ہو۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنے کے لئے ایک بہت بڑا حکم نماز کا قیام ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 25 ردسمبر 2009ء بمطابق 25 رفتح 1388 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ اُوْلٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الزُّمر:23)

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے کہ پس کیا وہ کہ جس کا سینہ اللہ اسلام کے لئے کھول دے پھر وہ اپنے ربّ کی طرف سے ایک نور پر (بھی) قائم ہو (وہ ذکر سے عاری لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے؟) پس ہلاکت ہو ان کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے (محروم رہتے ہوئے) سخت ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کھلی کھلی گمراہی میں ہیں۔

ہدایت کی طرف لانا یا ہدایت دینا یہ بے شک خدا تعالیٰ کا کام ہے جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (القصص:57) یعنی تو جس کو پسند کرے ہدایت نہیں دے سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

آنحضرت ﷺ جس نُور کو لے کر آئے، جو ہدایت دنیا کے سامنے رکھی، جو شریعت قرآن کریم کی صورت میں آپ پر اتری، آپ کی خواہش تھی کہ دنیا اس ہدایت کو قبول کرے اور جو روشنی آپؐ پر اتری ہے اس روشنی سے حصہ لے کر اپنے دلوں کو منور کرے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔ کیونکہ آپ کو علم تھا کہ یہ روشنی جو آپ پر اتری ہے اس کے انکار کی صورت میں منکرین عذاب الٰہی کے مَورد بنیں گے اور آپ ﷺ جن کی طبیعت میں انسانیت کے لئے بہت زیادہ رحم تھا، آپ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی انسان بھی ہدایت کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو کر عذاب پائے۔ پس آپ کے دل کی یہ کیفیت تھی کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر، بے چین ہو کر خدا تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے۔ دنیا کی بقا اور اللہ تعالیٰ کا عبد بنانے کے لئے یہاں تک آپ ﷺ کے دل کا اندر کا درد تھا کہ آپ کی بے چینی کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:4) یعنی شاید تُو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ کیوں یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، مومن نہیں ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رسول! ہدایت دینا تیرا کام نہیں۔ پیغام پہنچانا تیرا کام ہے، یہ تیرے ذمہ ہے وہ کئے جا۔ ہدایت پہنچانا یا ہدایت دینا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون لوگ ہدایت کے مستحق ہیں یعنی کون لوگ ہدایت کے لئے کوشاں بھی ہیں اور خواہش بھی رکھتے ہیں۔ جو لوگ ہدایت کے جویاں ہیں، تلاش میں ہیں، انہیں ہم ہدایت دیتے ہیں اور انہیں پھر اس نُور سے حصہ ملتا ہے جو اے محمد ﷺ تجھ پر اتارا گیا۔ ان کے سینے پھر ہم اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں۔ ان کے دل پھر اُس نُور سے منور ہوتے چلے جاتے ہیں جو ہم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتارا۔ وہ لوگ پھر سچائی کے نُور سے اپنے سینوں کو بھر لیتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں کو خدا تعالیٰ کی یاد اور محبت سے بھر لیتے ہیں۔ ان کی زبان پر خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے ایمانوں میں مضبوطی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم، قرآن کریم کا نُور، ایسے مومنین کے سینوں کو بھرتا چلا جاتا ہے کہ وہ علم و عرفان اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں بہتر سے بہتر معیار حاصل کرنے کی کوشش اور جستجو میں رہتے ہیں اور یہ کوشش اور جستجو ان کے لئے نئے اور نہ ختم ہونے والے خوبصورت راستے دکھاتی ہے۔ جو اُن کے خیالات کی پاکیزگی کو بڑھاتی ہے۔ جو ان کے علم و عرفان کو بھی بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ جو اُن کے سچائی کے نور کو بھی پھیلاتی چلی جاتی ہے۔ اور پھر جہاں جہاں یہ روشنی پڑتی ہے وہاں سعید فطرتوں اور نیک طبعوں کو اس نُور سے حصہ دیتی چلی جاتی ہے۔

اس مضمون کو دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ۔ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ۔ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (الانعام:126)۔ پس جسے اللہ چاہے کہ اسے ہدایت دے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے چاہے کہ اُسے گمراہ ٹھہرائے اس کا سینہ تنگ، گھٹا ہوا کر دیتا ہے۔ گویا وہ زور لگاتے ہوئے آسمان (کی بلندیوں) پہ چڑھ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے پلیدی ڈال دیتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ کا یہی قانون ہے کہ ہدایت کا کام خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے۔ بے شک نُور ہر جگہ پہنچتا ہے۔ بے شک جب سورج چمکتا ہے تو دن کی روشنی کر دیتا ہے یا دن کو روشن کر دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی کمرے میں بند ہو کر کھڑکیاں دروازے بند کر لے تو اسے اس نُور سے کوئی حصہ نہیں ملتا جو کہ سورج کی روشنی سے اس کے سامنے آنے والوں کو، اس کے سامنے کھڑے ہونے والوں کو مل رہا ہوتا ہے۔ اگر ایسا شخص کہے کہ مَیں تو کہیں سورج کی روشنی نہیں دیکھتا تو یہ اُس کے اُس عمل کا نتیجہ ہے جو اُس نے اپنے تک سورج کی روشنی پہنچنے کے لئے روکیں کھڑی کر کے کیا ہے۔ پس روحانی دنیا میں بھی روشنی انہی تک پہنچتی ہے جو یہ روشنی پہنچنے کے لئے اپنے دل و دماغ کے دروازے اور کھڑکیاں کھول کے رکھتے ہیں۔ پس یہاں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ۔ پس جسے اللہ چاہے کہ اسے ہدایت دے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ یہاں پہ اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان کا عمل ہے جو نیک اعمال کی صورت میں اور نُور سے حصہ لینے کی تڑپ دل میں رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں پھر وہ ہدایت پاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تو جو ایک قدم بڑھانے والا ہے خدا تعالیٰ اس کی طرف دو قدم بڑھاتا ہے اور اس کی طرف چل کر جانے والے کی طرف خدا تعالیٰ دوڑ کر آتا ہے۔ پس یہاں جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اس کا سینہ اسلام کے لئے کھولتا ہے اس کا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ یہ علم رکھتا ہے کہ فلاں شخص خوشی اور کوشش سے خدا تعالیٰ کی رضا کی تمنا رکھتے ہوئے اس کے احکامات کو قبول کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی کامل اطاعت بدل و جان کرنے کے لئے تیار ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی اور کامل اطاعت کے لئے ہر وقت تیار ہو تو یہ چیز ظاہر کرتی ہے کہ اُس کے قدم روحانی ترقی کی طرف اٹھ رہے ہیں۔ اور جس کے قدم روحانی ترقی کی طرف اٹھ رہے ہوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی ہے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ پھر کھولتا چلا جاتا ہے۔ اُسے حقیقی اسلام کا فہم و ادراک حاصل ہوتا چلا جاتا ہے۔ نام کا مسلمان نہیں ہوتا۔ اس کی عبادات، اس کی نمازیں، اس کے روزے، اس کے حج، اس کے اعلیٰ اخلاق کے نمونے دنیا کو دکھانے کے لئے نہیں ہوتے بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوتے ہیں۔ لیکن بعض ایسے بدقسمت بھی ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے احکامات کو بوجھ سمجھتے ہیں، جو دین کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں۔ یا بعض ایسے ہیں جو اپنے دین کو یا اُن روایات کو جو انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے، اپنے باپ دادا سے سنیں، آخری حرف سمجھتے

ہیں اور اسلام کو قبول کرنا نہیں چاہتے ۔ وہ اپنے خیال میں یا اپنے ماحول میں جتنا بھی خیال کریں یا سمجھے جائیں کہ وہ کسی دین پر قائم ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دین پر قائم نہیں اور روحانی لحاظ سے ترقی کی بجائے انحطاط پذیر ہیں، نیچے کی طرف جارہے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوگئی اور اس نُور پر خدا تعالیٰ کی آخری شریعت قرآن کریم کا نور بھی نازل ہوگیا تو اب اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَام (آل عمران: 20) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل دین اسلام ہی ہے جو کامل فرمانبرداری سکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کے لئے راہیں متعین کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اب کوئی دین نہیں جو روحانی ترقیات کی راہیں دکھا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا اور جسے چاہے اُسے گمراہ ٹھہرائے۔ اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کا چاہے سینہ تنگ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو آدم کو زمین پر بھیجا اور بھیج کر پہلے دن ہی کہہ دیا تھا کہ تمہیں آزادی ہے۔ اگر نیکیوں کی طرف قدم بڑھاؤ گے تو میرے نُور سے حصہ پاؤ گے اور اگر شیطان کے قدموں پر چلو گے تو میرے عذاب کے مَوردبنو گے۔ پس یہ انسان کے بُرے اعمال ہیں جو اس کا سینہ تنگ ہونے کا باعث بنتے ہیں۔ جب انسان گناہوں میں بڑھتا چلا جاتا ہے اور دین سے اور اللہ کے رسولوں سے استہزاء شروع کر دیتا ہے تو پھر وہ گمراہی کے راستوں کی طرف چلتا ہے اور صراط مستقیم سے دور ہٹتا چلا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بوجھ سمجھنے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اپنے پر بند کر رہے ہوتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بند کرتے ہیں تو ان کے سینے میں اللہ تعالیٰ مزید گھٹاؤ پیدا کر دیتا ہے۔ ان کے لئے راستے کی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ وہ ایسے حالات میں ہوتا ہے کہ جیسے کوئی اونچی جگہ چڑھ رہا ہے۔ سانس پھول رہا ہے جس کی وجہ سے سینے میں تنگی محسوس ہو رہی ہے۔ تو یہ عمل خود انسان کے ہیں جو اُسے خدا سے دُور کر کے مشکلات میں مبتلا کرتے ہیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ تو اپنے بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ جب بھی انسان میں، قوموں میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو اپنے نبی اور رسول اور خاص بندے بھیجتا ہے کہ دنیا کی راہنمائی کر کے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کریں اور انبیاء اپنی جان پر ظلم کر کے یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔ قوم کی دشمنیاں مول لے کر یہ کام انجام دینے کی کوشش کرتے چلے جاتے ہیں۔ قوم کے جو سردار ہیں، جن کی اپنے نفس کی خواہشات ہیں، جو صرف اپنی ذاتیات کے دائرے کے اندر ہی رہنا چاہتے ہیں، وہ پھر اللہ تعالیٰ کے ان پاک بندوں کے خلاف ہوتے ہیں۔ اپنی دشمنیوں کو ان کے لئے انتہا تک بڑھا دیتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ ان لوگوں کی دشمنیاں لے کر بھی اصلاح کی کوشش کرتے چلے جاتے ہیں۔ راستے کی کسی روک کی پرواہ نہیں کرتے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا محسن انسانیت حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اسی درد کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ کیا تو ان لوگوں کے لئے اپنی جان کو ہلاک کرے گا کہ یہ اسلام قبول نہیں کرتے۔ پس جو خود گناہوں میں گرنا چاہتا ہے جو گمراہی کے راستوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا اسے پھر اللہ تعالیٰ بھلائی کے راستے نہیں دکھاتا۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں بیان کرنے کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ پرانوں کے واقعات بیان کر دیئے یا آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد مسلمانوں میں سے اب کوئی بھٹک نہیں سکتا اور جس کے ساتھ اسلام کا لیبل لگ گیا اس کے لئے روحانی ترقی بھی لازمی ہوگئی۔

قرآن کریم میں ایسے بے شمار احکامات ہیں کہ اسلام لانے کے بعد بھی روحانی ترقی کے لئے عبادات، استغفار، اعمال صالحہ بجالانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکموں کی حقیقی رنگ میں پیروی نہیں کرو گے تو سزا کے مستوجب بن جاؤ گے یا بن سکتے ہو۔ پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ جس طرح پہلی قوموں میں انحطاط ہوا، تم میں بھی ہوگا۔ لیکن کیونکہ یہ آخری شریعت ہے اور دین اسلام میں مکمل کر دیا گیا ہے اس لئے یہ وہ نُور کا آخری مینار ہے جس سے آئندہ تا قیامت دنیا نے روشنی حاصل کرنی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ وہ آخری روشنی اور سراج منیر ہیں جن سے کامل عشق کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ پھر ایسے لوگ بھیجتا رہے گا جو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے رہیں گیا ور آخرین میں وہ خاتم الخلفاء مبعوث ہوگا جو نبوت کا درجہ بھی پائے گا تا کہ اس نُور کو چارسُو پھیلاتا چلا جائے۔ اُس کام کو مکمل کرے جس کو کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا تھا۔ اور یہ ہے خدا تعالیٰ کا ہر طرف نُور پھیلانا جو آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کی صورت میں خدا تعالیٰ نے دنیا میں ظاہر فرمایا۔

پس یہ پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے فرمادی اور اس کی وضاحت آنحضرت ﷺ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح کا یہ سلسلہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی بعثت کی وجہ ہے۔ اور پھر آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق اور غلام صادق کی اپنے آقا اور مطاع کی پیروی میں یہی تڑپ تھی کہ دنیا سے شرک ختم ہو۔ غیر مذاہب کے لوگ بھی اسلام کی تعلیم کی حقیقت کو سمجھیں۔ اور مسلمان بھی اپنی حالتوں کو درست کر کے ہدایت کے راستوں پر گامزن ہوں۔ یہ مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت اور ہدایت سے دُوری ہی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی بعثت سے پہلے کئی لاکھ مسلمان ہندوستان میں ہی اسلام چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ آج بھی ہدایت کا حال دیکھ لیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں ہدایت نصیب ہے لیکن مسلمان ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں۔ کیا یہ اسلام کی تعلیم ہے؟ کیا معصوموں کی جانیں لینا اسلام کی تعلیم ہے؟ کیا بددیانتی اور رشوت اور لیڈروں کے ذریعہ سے عوام کے حقوق کی تلفی کوئی اسلامی تعلیم ہے؟ یقیناً نہیں ہے۔ اور اس زمانہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے کسی فرستادہ کی ضرورت تھی جو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق بھیجا اور جیسا کہ مَیں نے کہا آپ کی بھی تڑپ تھی کہ مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کریں۔ جس تعلیم کو بھول گئے ہیں اسے حاصل کریں۔ جو نور خدا تعالیٰ نے انہیں دیا تھا اس سے اپنے دلوں کو منور کریں۔ ہدایت کے راستوں پر گامزن ہوتے ہوئے تمام احکامات کو بجالانے کی کوشش کریں۔ شرک کا خاتمہ ہو۔ انسان کو خدا بنانے والوں کی ہدایت کا سامان ہو اور آپ نے اس کے لئے بڑی تڑپ سے جہاں کوشش کی، لٹریچر لکھا وہاں دعائیں بھی کیں۔ اور اس تڑپ کو دیکھتے ہوئے آپ کو بھی خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْن۔ کیا تُو اس بات پر اپنے تئیں ہلاک کرے گا کہ یہ کیوں ایمان نہیں لاتے؟

پس اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے سامان مہیا فرماتا ہے۔ اپنے نُور سے منور کر کے اپنے خاص بندے ہمیشہ بھیجتا ہے لیکن جو ماننے سے انکاری ہوں، جن کے سینے خود انہوں نے خدا تعالیٰ کے پیغام کو سننے کے لئے تنگ کر لئے ہوں ان پر پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فعل ہے کہ ان کا سینہ پھر مزید گھٹتا چلا جاتا ہے۔ وہ نیکیوں سے دُور ہٹ جاتے ہیں اور بُرائیوں کے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پس اس آیت میں یہ واضح کر دیا کہ

اللہ تعالیٰ صرف انہی کی مدد کرتا ہے جو اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی کامل اطاعت کرتے ہیں اور پھر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کے فضل سے روحانی ترقیات کی منازل طے کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور جو ایمان نہیں لاتے وہ گناہوں میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ پس یہ مسلمانوں کے لئے بھی سوچنے کا مقام ہے اور احمدیوں کے لئے بھی فکر کا مقام ہے کہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے تو یاد رکھیں کہ اسلام کامل فرمانبرداری کا نام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’اکثر انسانوں کے اندر سے قوت روحانیت اور خدا ترسی کی کم ہوگئی ہے اور وہ آسمانی نور جس کے ذریعہ سے انسان حق اور باطل میں فرق کر سکتا ہے وہ قریباً بہت سے دلوں میں سے جاتا رہا ہے اور دنیا ایک دہریت کا رنگ پکڑتی جاتی ہے‘‘۔ فرمایا ’’اس بات پر یہ امر گواہ ہے کہ عملی حالتیں جیسا کہ چاہئے درست نہیں ہیں۔ سب کچھ زبان سے کہا جاتا ہے مگر عملی رنگ میں دکھلایا نہیں جاتا‘‘۔ فرمایا ’’دل کی حقیقی پاکیزگی اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور اس کی مخلوق کی سچی ہمدردی اور حلم اور رحم اور انصاف اور فروتنی اور دوسرے تمام پاک اخلاق اور تقویٰ اور طہارت اور راستی جو ایک مذہب کی روح ہے اس کی طرف اکثر انسانوں کو توجہ نہیں‘‘۔ فرماتے ہیں کہ ’’مذہب کی اصلی غرض اُس سچے خدا کا پہچاننا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے اور اُس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا ہے۔ اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے‘‘۔

(لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 148-147)

پس یہ اعلیٰ اخلاق، یہ تقویٰ، یہ دل کی پاکیزگی، یہ خدا تعالیٰ کی محبت اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کس طرح ہو؟ یہ مَیں نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف قدم بڑھانے سے ہے۔ اس نور سے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا اس کو حاصل کرنے سے ہے اور یہ نُور آنحضرت ﷺ کا اُسوہ اور قرآن کریم ہے۔ اصل میں تو قرآن کریم کی تعلیم کی جو عملی شکل ہے یہی آنحضرت ﷺ کا اُسوہ حسنہ ہے۔ یہی جواب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک صحابی کے سوال کرنے پر انہیں دیا تھا۔ اخلاق کے بارہ میں پوچھتے ہو۔ تم نے قرآن کریم کھول کر نہیں پڑھا؟

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 145-144 مسند عائشہؓ حدیث نمبر 25108 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

اب اس کی طرف واپس لوٹتا ہوں پہلی آیت جو مَیں نے تلاوت کی تھی کہ اللہ تعالیٰ جن کا سینہ اسلام کے لئے کھولتا ہے اور پھر وہ نُور پر قائم ہوتے ہیں۔ وہ لوگ ان کی طرح نہیں ہو سکتے جن کے دل سخت ہو گئے ہوں۔ اور دل کیوں سخت ہو گئے؟ اس کی وضاحت ہوگئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کرتے۔ اس کی عبادت کی طرف توجہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر دلوں کی سختی کو دور کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب پانا ہے تو ذکر اس کی ایک اہم شرط ہے اور بہت بڑی شرط ہے۔ ذِکر کیا ہے؟ اس کی مختلف شکلیں ہیں۔ قرآن کریم کو بھی خدا تعالیٰ نے ذکر کہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: 10) یعنی ہم نے ہی اس ذکر یعنی قرآن شریف کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کے مطابق اس کی حفاظت فرمائی اور فرما رہا ہے اور یہ آج تک اپنی اصلی حالت میں ہے اور رہے گا۔

اس آیت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی بعثت کی طرف بھی اشارہ ہے جس کی خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام نے وضاحت فرمائی ہے۔ ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں کہ (یہ آیت) ’’صاف بتلا رہی ہے کہ جب ایک قوم پیدا ہوگی کہ اس ذکر کو دنیا سے مٹانا چاہے گی تو اس وقت خدا آسمان سے اپنے کسی فرستادہ کے ذریعہ سے اس کی حفاظت کرے گا‘‘۔

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 حاشیہ صفحہ 267)

اب دنیا جانتی ہے کہ اس زمانہ میں یا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کا زمانہ تھا جب عیسائیوں نے دنیا پر ایک یلغار کی ہوئی تھی یہاں تک کہ ہندوستان میں بھی جیسا کہ مَیں نے کہا لاکھوں مسلمان عیسائی ہو گئے

تھے اسلام کے خلاف ایک ایسی مہم تھی کہ افریقہ و ایشیا میں بڑی تیزی سے عیسائیت پھیلانے کی کوشش ہو رہی تھی۔ اس وقت اسلام کے دفاع کے لئے قرآن کریم کی حقیقی تعلیم کے نُور سے بھر کر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو کھڑا کیا جنہوں نے اسلام کا دفاع کیا۔ اور وہی لوگ جو افریقہ میں بھی اور ایشیا میں بھی عیسائیت کے پھیلنے کے خواب دیکھتے تھے دفاع پر مجبور ہو گئے بلکہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ آج بھی دیکھ لیں اسلام کے خلاف مختلف طبقوں سے ابال اٹھتا رہتا ہے۔ کبھی آنحضرت ﷺ کے متعلق بیہودہ گوئی کی جاتی ہے۔ کبھی اسلام کے بارہ میں کچھ کہا جاتا ہے۔

گزشتہ دنوں ایک سیاسی پارٹی نے مسجد کے میناروں کے بارہ میں سوئٹزرلینڈ میں شور اٹھایا تھا۔ تو گو کہ رپورٹس یہی ہیں کہ جو ریفرنڈم میں حصہ لینے والے تھے ان کی اکثریت نے میناروں کے خلاف ووٹ ڈالا لیکن جو ملکی آبادی کی اکثریت تھی وہ اس کے خلاف تھی۔ انہوں نے حصہ نہیں لیا۔ بہرحال ریفرنڈم ہوا اور میناروں کے خلاف ایک قانون پاس ہو گیا۔ اور حکومت بھی اور بہت سارے دوسرے سیاسی لیڈر بھی اس بات پر شرمندہ ہیں بلکہ اس پر دوبارہ بحثیں چل پڑی ہیں کہ یہ ریفرنڈم کروانا ہی نہیں چاہئے تھا۔ کیوں ہوا؟ اب کیا کرنا چاہئے۔ بہرحال اس قسم کے جو لوگ ہیں، جو اسلام مخالف ہیں ان کی طرف سے کوششیں ہوتی رہتی ہیں۔ اب بھی جماعت کے مخالفین، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے مخالفین، چاہے جتنا بھی یہ دعویٰ کریں کہ احمدیت کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے وہ یہ بات تسلیم کئے بغیر نہیں رہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی ذات ہی تھی جس نے اس زمانہ میں اسلام کا دفاع کیا اور مسلمانوں کو عیسائیت کی گود میں گرنے سے بچایا۔ اس زمانہ کے بعض علماء نے تو یہ اعلان بڑا کھل کر کیا تھا۔ بے شک بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی مخالفت کی وجہ سے، اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے، یہ مخالف آپ کے دشمن ہو گئے۔ لیکن اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے مخالفین کے منہ سے یہ نکلوا دیا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اس وقت عیسائیت کا مقابلہ کر کے انہیں دوڑایا تھا۔ کیونکہ اس وقت کے جو مسلمان علماء تھے ان کو قرآن اور بائبل کا علم نہ تھا جبکہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام یہ علم رکھتے تھے۔ ٹی وی پہ پروگرام بھی آ چکا ہے ڈاکٹر اسرار الحق نے ایک دفعہ یہ کھل کے بات کی تھی۔ چاہے یہ مانیں یا نہ مانیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے علم قرآن اور خدا تعالیٰ کی آپ کے لئے تائیدات نے یہ کارنامہ آپ سے کروایا مگر حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام اور قرآن کی حفاظت کے لئے کھڑا کر کے دشمنوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کا ہی حصہ ہے جو آپ کو خدا تعالیٰ کے نُور، آنحضرت ﷺ کے نُور اور قرآن کریم کے نُور سے ملا کہ آپ کے علم کلام کی کوئی مثال آج کے دور میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ آپ کی تفاسیر ہی ہیں جو اَب ہر تفسیر پر حاوی ہیں۔

قرآن کریم کے ذکر ہونے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"قرآن کریم کا نام ذکر رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ انسان کی اندرونی شریعت یاد دلاتا ہے۔ ....قرآن کوئی نئی تعلیم نہیں لایا بلکہ اس اندرونی شریعت کو یاد دلاتا ہے جو انسان کے اندر مختلف طاقتوں کی صورت میں رکھی ہے۔ حلم ہے، ایثار ہے، شجاعت ہے، جبر ہے، غضب ہے، قناعت ہے وغیرہ۔ غرض جو فطرت باطن میں رکھی تھی قرآن نے اسے یاد دلایا جیسے فِی کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ (الواقعہ:79)۔ یعنی صحیفہ فطرت نے کہ جو چھپی ہوئی کتاب تھی اور جس کو ہر ایک شخص نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس طرح اس کتاب کا نام ذکر بیان کیا تاکہ وہ پڑھی جاوے تو وہ اندرونی اور روحانی قوتوں اور اس نُورِ قلب کو جو آسمانی ودیعت انسان کے اندر ہے یاد دلاوے"۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 94 طبع اول۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 770 مطبوعہ ربوہ)

(یعنی یہ "ذکر" قرآن کریم پڑھو تو جو پاک فطرت ہیں ان کے دل کا جو نور ہے اس کو یہ نکال کر باہر رکھتا ہے ان کو یاد دلاتا ہے کہ یہ یہ احکامات ہیں۔ یہ تعلیم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں۔ یہ بندوں کے حقوق ہیں جو تم نے ادا کرنے ہیں۔)

پس جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہلاکت ہے ان پر جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سخت ہیں یہ لوگ ان لوگوں کی طرح نہیں ہو سکتے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا کہ یہ ذکر جو قرآن شریف کی صورت میں ہے اس کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ پس اس کو پڑھنا بہت ضروری ہے تاکہ اس کو پڑھنے سے انسان کی، ایک مومن کی نیک فطرت اس نُور سے منور ہو کر مزید روشن ہو اور صرف اپنے دل کو روشن کرنا ہی مقصد نہ ہو بلکہ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل ہے جو اصل میں حقیقی روشنی سے فائدہ اٹھانے والا بناتا ہے۔ ان احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے جو ایک نیک فطرت انسان کے لئے ضروری ہیں۔ جو ایک مومن کے لئے ضروری ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جس سے انسان کے اندر چھپی ہوئی قوتوں کو جلا ملتی ہے۔ جس سے روحانیت میں ترقی کے راستے متعین ہوتے ہیں۔ اگر عمل نہیں تو صرف علمی حالت اس ذکر سے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ غیر از جماعت مسلمان جو ہیں ان میں بڑے حفاظ ہیں۔ بڑے مقررین بھی ہیں، مفسرین بھی ہیں لیکن جب وہ اس پر اس طریق پر غور نہیں کر رہے جو زمانہ کے امام نے بتایا ہے تو یہ ایک ظاہری خول ہے جس سے وہ کچھ فائدہ نہیں پا سکتے۔ اِس تعلیم کی عملی حالت اُن تمام باتوں کو اپنے اندر سمیٹتی ہے جس سے حقوق اللہ کی ادائیگی بھی ہو رہی ہو اور حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہو رہی ہو۔ تبھی یہ جو ذکر ہے انسان کی زندگی میں روحانی، اخلاقی، علمی اور عملی معیاروں کو بلند کرنے کا باعث بنے گا۔ قرآن کریم جو سینکڑوں احکامات پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنے ذہنوں اور زبانوں کو تازہ رکھنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان تمام باتوں پر عمل بھی کیا جائے جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔

عبادت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ:15) کہ میرے ذکر کے لئے نماز قائم کر۔ پس جہاں قرآن کریم سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک مکمل ایک ذکر ہے اور اس میں سینکڑوں نصیحتیں مومنوں کو کی گئی ہیں، احکامات دیئے گئے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم رکھنے کے لئے ایک بہت بڑا حکم نماز کا قیام ہے جسے مومنین کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں کہ "نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اس میں حمد الٰہی ہے، استغفار ہے اور درود شریف۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر ایک قسم کے ہمّ و غم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور اسی لئے فرمایا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد: آیت 29) اطمینان، سکینتِ قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اَور کوئی ذریعہ نہیں"۔ فرمایا کہ "سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے"۔ (اکثر لوگ اب خطوں میں پوچھتے رہتے ہیں، کئی دفعہ مَیں جواب دے چکا ہوں اس لئے دوبارہ بتاتا ہوں) آپؑ نے فرمایا کہ "سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔ نماز ہی کو سنوار سنوار کر پڑھنا چاہئے، اور سمجھ سمجھ کر پڑھو اور مسنون دعاؤں کے بعد اپنے لئے اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو۔ اس سے تمہیں اطمینان قلب حاصل ہوگا اور سب مشکلات خدا تعالیٰ چاہے گا تو اسی سے حل ہو جائیں گی۔ نماز یاد الٰہی کا ذریعہ ہے اسی لئے فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ:15)"۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 311-310 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے سینہ کھولنے والے اور اس وجہ سے نُور پر قائم ہونے والے کی نشانی بتائی ہے وہ اس کا ذکر ہے۔ اس کو ہمیشہ یاد رکھنا ہے۔ اس کی عبادت ہے۔ اس کے احکامات کی پابندی ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر دل آہستہ آہستہ سخت ہوتے جاتے ہیں۔

اسلام قبول نہ کرنے والوں کے دلوں کی سختی کی بھی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ان کے دل خالی ہیں۔ پس ایک مومن کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز رکھے کہ لِذِکْرِیْ یعنی میرے ذکر کے لئے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں رکھتے ہوئے اس کی عبادت کا حق ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنا جائے۔ ہماری نمازیں خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوں اور ہم اپنی نمازوں اور قیام نماز میں اس طرح باقاعدگی اختیار کرنے والے ہوں کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں حقیقی ذکر کرنے والوں کے نظارے قائم ہوتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہماری نسلوں کو بھی گمراہ ہونے سے بچائے اور ہم حقیقی نُور سے حصہ پانے والے ہوں۔

کل انشاء اللہ قادیان کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ آپ سب لوگ بھی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان شاملین کو بھی توفیق دے کہ وہ نمازوں کی باقاعدگی کے ساتھ ساتھ جلسہ کی کارروائی کے دوران بھی اور سڑکوں پر چلتے پھرتے بھی اپنی زبانوں کو خدا تعالیٰ کے ذکر سے تر رکھنے والے ہوں۔ ان دنوں میں مسیح موعود کی اس بستی کو دعاؤں سے ایسا بھر دیں کہ ہر طرف اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش برستی نظر آئے۔ حمد اور دُرود سے فضا کو اس طرح بھر دیں کہ جو ہر شامل ہونے والے کو حقیقی نور کا حامل بنا دے۔ اس سے حصہ لینے والا بنا دے۔ دنیا کے احمدی بھی دعا کریں کہ جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر لحاظ سے بابرکت ہو اور ہر احمدی کو ہر شامل ہونے والے کو وہاں خدا تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ اپنی امان اور پناہ میں رکھے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔

☆☆☆

شریف جیولرز ربوہ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد ربوہ

00-92-476214750 فون ریلوے روڈ

00-92-476212515 فون اقصیٰ روڈ ربوہ پاکستان

AEM

M/S ALLIA EARTH MOVERS

(EARTH MOVING CONTRACTOR)

Volvo-290, 210, L&T Komatsu PC-300,200.

Tata Hitachi, Ex 200, Ex 70, JCB, Dozer, etc. on Hire basis

Kusambi, Sungra, Salipur, Cuttack - 754221

Tel.: 0671 - 2112266,Mob: 9437078266/ 9437032266/ 9438332026/943738063

خطبہ جمعہ

ایک مومن کے لئے سال اور دن اس صورت میں مبارک ہوتے ہیں جب وہ اس کی توبہ کی قبولیت کا باعث بن رہے ہوں اور اس کی روحانی ترقی کا باعث بن رہے ہوں، اس کی مغفرت کا باعث بن رہے ہوں۔

نئے سال کے پہلے دن کو ہی اِس طرح دعاؤں سے سجاؤ کہ سارا سال قبولیت دعا کے نظارے نظر آتے چلے جائیں۔

اپنی زندگی کے سال کے پہلے دن کو ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر دن کو بابرکت بنانے کے لئے دعاؤں اور اعمال صالحہ کی ضرورت ہے۔

حقیقی مومن وہی ہے جو تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اعمال بجالانے کی کوشش کرے۔ اس دعا کے ساتھ اپنے ہر دن اور ہر سال میں داخل ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ تقویٰ پہ قائم رکھے اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازتا رہے۔

2010ء کے آغاز پر نئے سال کی مبارکباد۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے ہر احمدی کے لئے یہ سال اور آئندہ آنے والا ہر سال مبارک فرماتا چلا جائے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز–فرمودہ یکم جنوری 2010ء بمطابق یکم صلح 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ– بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الحدید:29)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے سال 2010ء کا پہلا دن ہے اور اس پہلے دن میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جمعہ کے دن داخل کیا ہے جو دنوں میں سے ایک بہت مبارک دن ہے۔

اس لحاظ سے سب سے پہلے تو مَیں آپ سب کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے ہر احمدی کے لئے یہ سال اور آئندہ آنے والا ہر سال مبارک فرماتا چلا جائے۔ ہم ہر سال کی مبارکباد ایک دوسرے کو دیتے ہیں لیکن ایک مومن کے لئے سال اور دن اس صورت میں مبارک ہوتے ہیں جب وہ اس کی توبہ کی قبولیت کا باعث بن رہے ہوں اور اس کی روحانی ترقی کا باعث بن رہے ہوں، اس کی مغفرت کا باعث بن رہے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک جگہ فرمایا ہے کہ اصل عید اور خوشی کا دن اور مبارک دن وہ ہوتا ہے جو انسان کی توبہ کا دن ہوتا ہے۔ اس کی مغفرت اور بخشش کا دن ہوتا ہے۔ جو انسان کو روحانی منازل کی طرف نشاندہی کروانے کا دن ہوتا ہے۔ جو دن ایک انسان کو روحانی ترقی کے راستوں کی طرف راہنمائی کرنے والا دن ہوتا ہے۔ جو دن حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے والا دن ہوتا ہے۔ جو دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کو بروئے کار لانے کی طرف توجہ دلانے والا دن ہوتا ہے۔ جو دن اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے عملی کوششوں کا دن ہوتا ہے۔ پس ہمارے سال اور دن اُس صورت میں ہمارے لئے مبارک بنیں گے جب ان مقاصد کے حصول کے لئے ہم خالص ہو کر، اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے ہوئے، اس کے آگے جھکیں گے۔ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

بیشک آج جمعہ کا دن ہے اور یہ دن بہت بابرکت دن شمار ہوتا ہے اور اس لحاظ سے یہ نیا سال جو آج شروع ہو رہا ہے ایک انتہائی بابرکت دن سے شروع ہو رہا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی اس دن کی اہمیت کے بارے میں بعض ارشادات فرمائے ہیں۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ باوجود اس کی اہمیت کے جس طرح حقیقی مومن اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، غیر مومن فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دن تو وہی ہے۔ ایک مومن اس دن کو اپنی نجات کا باعث بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن غیر مومن صرف یہ جانتا ہے کہ یہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن ہے۔ ایک مومن آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے جس کا حدیث میں بھی ذکر آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جمعہ کا ذکر کیا اور فرمایا۔ اس میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ جب مسلمان کو ایسا وقت میسر آئے اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو تو جو دعا مانگے قبول کی جاتی ہے۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ یہ وقت بہت ہی مختصر ہوتا ہے۔ (مؤطا امام مالک ۔باب ما جاء فی الساعة التی فی یوم الجمعة)۔ پس مومن تو اس دن میں اپنی دعا کی قبولیت کے نظارے دیکھتا ہے اور غیر مومن اپنے لہو ولعب میں لگا ہوتا ہے۔

سال کا پہلا دن جمعہ کی وجہ سے مومن کے لئے تو اور بھی اہم ہو گیا ہے کہ وہ اس دن کو اپنی دعاؤں سے سجاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے، رات کو بھی اپنی عبادت سے زندہ کرتے ہوئے نئے سال کا استقبال کر رہے ہیں جو انتہائی برکت والے دن سے شروع ہو رہا ہے۔ جبکہ غیر مومن جس کو نہ جمعہ کی اہمیت کا علم ہے، نہ نئے سال کے استقبال کے طریقے کا پتہ ہے، اس کو صرف یہ غرض ہے کہ نئے سال کی پہلی رات اور گزرے سال کی آخری رات کو یہ وقت لہو ولعب، شور شرابا اور شراب کے جام پہ جام چڑھانے میں گزارنا ہے۔

پس خوش قسمت ہیں ہم جو آنحضرت ﷺ کی اُمّت میں سے ہیں۔ ہم اس رسول ﷺ کے ماننے والے ہیں جو سراپا نور تھے اور ہیں۔ جنہوں نے ہمیں خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے راستے دکھائے۔ انسان کو، ایک مومن کو اپنی پیدائش کے مقصد کے حصول کی طرف راہنمائی فرمائی اور راستے دکھائے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے وہ پیارے تھے جن کی پیروی کرنے والوں سے اور آپ کی سنت پر حقیقی رنگ میں چلنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے محبت کا اعلان فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ”جس کی راہ پر چلنا انسان کو محبوب الٰہی بنا دیتا ہے اس سے زیادہ کس کا حق ہے کہ اپنے تئیں روشنی کے نام سے موسوم کرے۔ اسی لئے اللہ جلّ شانہ نے قرآن شریف میں آنحضرت ﷺ کا نام نور رکھا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (المائدہ:16) یعنی تمہارے پاس خدا کا نور آیا ہے“۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ نمبر 372)

پس یہ خدا تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس نور کی روشنی سے حصہ لینے والے بنیں۔ اور اس کا ایک بہترین طریق آپ ﷺ نے جمعہ کے دن کی مناسبت سے ہمیں سکھایا ہے تاکہ ہماری دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور قبولیت کا درجہ پائیں۔

ایک حدیث میں حضرت اَوسؓ بن اَوس بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنوں میں سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ اس دن مجھ پر بہت زیادہ درود بھیجا کرو۔ کیونکہ اس دن تمہارا یہ درود میرے سامنے

پیش کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ)

خدا تعالیٰ آپ کو بتاتا ہے کہ دیکھ اے میرے پیارے محمد ﷺ تیری امت کے لوگ شکر گزاری کے جذبات سے پُر اور اپنے عمال کو قرآنی تعلیم اور تیرے اُسوہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اِس بابرکت دن میں تجھ پر درود بھیج رہے ہیں جس کی ایک خاص اہمیت ہے۔ اس لئے مَیں ان لوگوں سے پیار کا سلوک کرتے ہوئے ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں اور پھر مَیں نے بھی ان کو حکم دیا تھا کہ تجھ پر درود بھیجیں کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی تجھ پر درود بھیجتے ہیں۔ جب اِن مومنین نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے اور میری رضا کے حصول کے لئے میرے پیارے پر درود بھیجا ہے تو مَیں بھی ایسے عبادت گزاروں کی دعائیں سنتا ہوں اور سنوں گا۔

پس آج کے درُود اور آج کی گئی دعائیں جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کے پیار کو سمیٹنے والی ہوں گی۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جانے والا درُود بشرطیکہ خالص ہو کر آنحضرت ﷺ کے عشق میں فنا ہو کر بھیجا جائے آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے سج کر پھر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ فرمایا اور زمانہ کے امام ہونے کا درجہ پایا تو وہ آنحضرت ﷺ سے سچے عشق اور درُود کی وجہ سے ہی تھا۔ جس سے پھر نور کے ستون آسمان سے زمین کی طرف آنے لگے اور یہی تلقین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بھی جو آپ کی بیعت میں شامل ہیں فرمائی ہے کہ اگر تمہیں میری بیعت میں آنے کا دعویٰ ہے، اگر تمہیں آنحضرت ﷺ سے محبت کا دعویٰ ہے تو خالص ہو کر آنحضرت ﷺ پر درود بھیجو اور اپنی استعدادوں کے مطابق پھر تم بھی اس نور سے حصہ لو گے جو خدا تعالیٰ کا نور ہے اور پھر یہی چیز تمہاری دنیا بھی سنوارے گی اور تمہاری آخرت بھی سنوارے گی۔

پھر احادیث میں آج کے دن کی ایک اور اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ مسلم کی حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ۔ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ اُدْخِلَ الْجَنَّۃَ وَفِیْہِ اُخْرِجَ مِنْہَا (مسلم کتاب الجمعۃ باب فضل یوم الجمعۃ حدیث 1860) یعنی دنوں میں سے بہترین دن جس میں سورج چڑھتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس دن میں آدم پیدا کئے گئے۔ اس دن میں جنت میں لے جائے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے۔ پس اس دن میں برکت سمیٹنے کے بھی مواقع ہیں اور سزا یا محرومی بھی ہو سکتی ہے۔ پس آدم کی اولاد کی صوابدید پر ہے کہ اس نے کس گروہ میں شامل ہونا ہے۔ اس دن کے تقدس کا خیال، دعائیں، درود اور اعمال صالحہ جنت میں لے جانے کا باعث بھی بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نور سے حصہ لینے والے بھی بنائیں گے اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر باوجود اس دن کی برکت کے جس طرح آدم کو جنت سے نکلنا پڑا یہی اصول ابن آدم کے لئے بھی ہے۔ اگر نیکیوں کی طرف توجہ رہے گی۔ دعاؤں اور درُود کی طرف توجہ رہے گی تو جنت کی طرف قدم بڑھتے رہیں گے۔ یہ دنیا بھی جنت بن جائے گی اور آخرت میں بھی جنت کی خوشخبری اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اگر انسان برائیوں میں مبتلا ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ جنت سے نکلنے کی خبر دیتا ہے۔ یہ دنیا بھی پھر جہنم بن جاتی ہے۔ پس اس دن کی اہمیت نیک نیتی سے کئے گئے اعمال صالحہ کے ساتھ مشروط ہے اور ہزاروں ہزار درُود ہوں اس محسن پر جس نے آدم کی اولاد کو دنیوی اور اخروی جنتوں کے راستے دکھائے جیسا کہ مَیں نے احادیث بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور کی گئی دعائیں اور درُود ان جنتوں کا وارث بناتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی رکھی ہیں اور آخرت میں بھی رکھی ہیں۔

پس جمعہ کی اہمیت اور جنت میں داخل ہونا یا نکلنا اعمال کے ساتھ مشروط ہے۔ دنیوی اور اخروی جنتوں کا قرآن کریم میں ایک جگہ یوں ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ (الرحمن: 47) یعنی جو شخص اپنے ربّ کی شان اور مقام سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں مقرر ہیں۔ دنیوی بھی اور اخروی بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص خدا تعالیٰ کے مقام اور عزت کا پاس کر کے اور اس بات سے ڈر کر کہ ایک دن خدا کے حضور میں پُوچھا جائے گا گناہ کو چھوڑتا ہے اُس کو دو بہشت عطا ہوں گے۔ (1) اوّل اسی دنیا میں بہشتی زندگی اس کو عطا کی جاوے گی اور ایک پاک تبدیلی اس میں پیدا ہو جائے گی اور خدا اس کا متولّی اور متکفل ہو گا۔ (2) دوسرے مرنے کے بعد جاودانی بہشت اس کو عطا کیا جائے گا۔ یہ اس لئے کہ وہ خدا سے ڈرا اور اس کو دنیا پر اور نفسانی جذبات پر مقدم کر لیا''۔ (لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 158)

پس جمعہ کو جب اللہ تعالیٰ اپنے قرب کی تلاش کے موقعے زیادہ مہیا فرماتا ہے تو جو اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے والا ہے وہی حقیقی مومن ہے۔

پس آج اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ نئے سال کے پہلے ہی دن کو اِس طرح دعاؤں سے سجاؤ کہ سارا سال قبولیت دعا کے نظارے نظر آتے چلے جائیں۔ اپنے لئے دعائیں ہیں۔ اپنے اہل و عیال کے لئے دعائیں ہیں۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے لئے قربانیاں کرنے والوں کے لئے دعائیں ہیں۔ جماعت کی ترقی کے لئے دعائیں ہیں۔ جن جگہوں پر ہیں اس ماحول اور معاشرے کے لئے دعائیں ہیں۔ ملک کے لئے دعائیں ہیں۔ ایک مومن تبھی حقیقی مومن بھی کہلا سکتا ہے جب جس ملک میں رہ رہا ہے، جس کا شہری ہے، اس کے لئے بھی دعا کر رہا ہو۔ پس یہ سب فرائض ہیں جو ایک احمدی کے سپرد کئے گئے ہیں اور ان کی ادائیگی انتہائی ضروری ہے۔ احمدیوں کی دعاؤں سے ہی دنیا کی بقا ہے۔ انسانیت کی بقا ہے۔ جنت کے راستوں کی طرف راہنمائی ہے۔ اگر خود ہی ان راستوں کی طرف نہیں چل رہے تو دوسروں کو کیا راستہ دکھائیں گے۔ ہم احمدی تو اس زمانہ کے آدم کے ماننے والے بھی ہیں جو جنت سے نکلنے کے لئے نہیں آیا۔ جو نہ صرف دونوں جنتوں کا وارث بنا بلکہ جنت کی طرف لے جانے کے لئے اُس تعلیم کے ساتھ آیا جو آپؑ کے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ لائے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ خَلَقَ اٰدَمَ فَاَکْرَمَہٗ۔ جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ۔ بُشْرٰی لَکَ یَا اَحْمَدِی۔ اس نے اس آدم کو پیدا کیا اور پھر اُس کو عزت دی۔ یہ رسولِ خدا ہے تمام نبیوں کے پیرایہ میں یعنی ہر ایک نبی کی ایک خاص صفت اس میں موجود ہے۔ تجھے بشارت ہو اے میرے احمد۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 82)

جَرِیُ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ کی وضاحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: ''اس وحی الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السّلام خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں۔ خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو حصہ دیا گیا ہے''۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 116)

ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے اور آنحضرت ﷺ سے تو عشق صادق کی وجہ سے بروزی نبی کا اعزاز پاتے ہوئے آپ کو آنحضرت ﷺ کے نور سے جو حصہ ملا ہے اس کی تو کوئی انتہاء نہیں ہے۔ یہ آدم جو اس زمانہ میں آیا یہ نورِ محمدی سے پُر ہے۔ اس لئے روشنی کے نئے سے نئے راستے ہمیں دکھاتا ہے۔ دعاؤں کے طریقے اور قرینے ہمیں سکھائے۔ دنیا و آخرت کی حسنات کے حصول کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی تا کہ ہم ہمیشہ دنیوی اور اخروی جنتوں کے وارث بنے رہیں۔

پس اِس نور سے فیض حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی کے سال کے پہلے دن کو ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر دن کو بابرکت بنانے کے لئے دعاؤں اور اعمال صالحہ کی ضرورت ہے جس کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہئے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ آج اِس سال کے اِس بابرکت دن کو احمدیوں نے اس جذبے کے تحت ہی گزارا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مساجد میں باجماعت تہجد کی نماز بھی ادا کی گئی ہے۔ اب یہ جذبہ اس پہلے دن میں ختم نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ ہر آنے والا دن اس کے اثرات کو ظاہر کرتے چلے جانے والا بنتا چلا جائے۔ ہمارا ہر قدم تقویٰ کی طرف بڑھنے والا ہو۔ رسول پر ایمان مضبوط تر کرنے والا ہو۔ پہلے دن کی اس سلسلہ میں کی گئی کوشش 365 دنوں پر حاوی ہونے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک جگہ فرماتا ہے۔ جو آیت مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں ایک نور عطا کرے گا جس کے ساتھ تم چلو گے۔ اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہ ہے ایک مومن کی نشانی، اس کا مقام کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں رکھتا کہ آدم اور ابن آدم کی غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ ایک شخص کی لعنتی موت ہو سکتی ہے۔ بلکہ ایک حقیقی مومن کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری زندگی ایک مسلسل جدوجہد ہے، مسلسل قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے اور اس پر قائم رہنا ہے۔ حقوق العباد کی طرف توجہ دینا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح روحانی ترقی کے لئے کوشش، توجہ اور حقوق اللہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ اپنی روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے معاشرے کو گناہوں سے بچانے کی کوشش بھی انتہائی ضروری ہے۔ دنیا کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ نئے سال کا استقبال نشے میں دھت ہونے اور بیہودگیاں کرنے سے نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور پاک دل لے کر حاضر ہونے سے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے روحانی معیاروں کو بڑھانے کے لئے دعاؤں سے کیا جاتا ہے۔ مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کے لئے قربانیاں کرنے سے کیا جاتا ہے۔ توبہ و استغفار سے کیا جاتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کی جہنم سے بھی بچائے اور آخرت کی جہنم سے بھی بچائے۔ ہر ایک خود اپنے عمل کا جوابدہ ہے۔ کوئی کسی کا کفّارہ نہیں بن سکتا۔ پس یہ نیک اعمال ہیں جو دنیا کی حسنات سے حصہ دلانے کا بھی باعث بنتے ہیں اور آخرت کی حسنات سے حصہ دلانے کا بھی باعث بنتے ہیں۔ پس یہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی کامل پیروی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے والی ہوتی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی کامل پیروی خدا تعالیٰ کا محبوب بناتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ جو دوہرا حصہ دیتا ہے اور نور عطا فرماتا ہے یہ دوہرا حصہ اس دنیا کی بھی حسنات ہیں اور آخرت کی بھی حسنات ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ: ''اے ایمان والو! اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیر میں فرق رکھ دے گا وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آ جائے گا تمہاری عقل میں بھی نور ہو گا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہو گا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہو گا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور

تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہوگا اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہوجائیں گی۔ غرض جتنی تمہاری راہیں تمہارے قویٰ کی راہیں تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلو گے"۔ آپؑ نے فرمایا کہ "تقویٰ سے جاہلیت ہرگز جمع نہیں ہوسکتی" (یعنی تقویٰ اور جاہلیت کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے) "ہاں فہم اور ادراک حسب مراتب تقویٰ کم و بیش ہوسکتا ہے"۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 178-177)

تقویٰ سمجھ ہے۔ اس کا علم ہے۔ اس کا فہم و ادراک ہے۔ جتنا اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے وہ اس کے مطابق، اس مرتبے کے مطابق اوپر نیچے ہوسکتا ہے۔ لیکن جہالت اور تقویٰ جمع نہیں ہوسکتے۔ تقویٰ کے مختلف معیار ہیں۔ اس لئے انسان کو کہا گیا ہے کہ تقویٰ کے معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے چلے جاؤ۔ پس چاہے کوئی کم پڑھا لکھا احمدی ہے۔ یا پڑھا لکھا ہے۔ دینی علم رکھنے والا ہے یا کم دینی علم رکھنے والا ہے اگر تقویٰ پر قائم ہے تو جاہلانہ باتوں سے وہ ہمیشہ بچتا رہے گا۔ پس یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جہالت اور تقویٰ کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔ تقویٰ کے معیار بیشک اوپر نیچے ہوسکتے ہیں جیسا کہ میں نے کہا۔ حقیقی مومن وہی ہے جو تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اعمال بجالانے کی کوشش کرے۔ اس دعا کے ساتھ اپنے ہر دن اور ہر سال میں داخل ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ تقویٰ پہ قائم رکھے اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازتا رہے۔ انسان کے اپنے اعمال ہی ہیں جو اسے حسنات سے نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب بناتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ واضح فرمایا ہے بلکہ کئی جگہ فرمایا ہے کہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (سورۃ الفاطر:19) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ پس جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنی رحمت میں سے ان لوگوں کو دوہرا حصہ دے گا جو تقویٰ پر قائم ہوتے ہیں اور رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور آپؐ کے اسوہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دوہرا حصہ ملتا ہے وہ وہ حسنات ہیں جو دنیوی جنتوں کا بھی وارث بناتی ہیں اور اُخروی جنتوں کا وارث بھی بناتی ہیں۔ پھر اس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں دعا بھی سکھادی کہ جنتوں کا وارث بننے کے لئے تمہیں دعا بھی کرنی چاہئے۔ کس کس طرح انسان خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اس کا حق کبھی ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ پس ایک ہی طریق ہے کہ انسان مسلسل خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے آگے جھکا رہے۔ ان حسنات کے لئے، اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دوہرا حصہ لینے کے لئے حقیقی مومن کو جو دعا سکھائی ہے اور نشانی بتائی ہے وہ یہ ہے جس کا سورۃ بقرہ میں ذکر ہے کہ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ:202) کہ انہی میں سے وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

پس یہ وہ حقیقی مومن ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دنیا کی حسنہ بھی مانگتے ہیں اور آخرت کی حسنہ بھی مانگتے ہیں۔ نئے سال کے شروع ہونے کی دعا میں صرف دنیاوی ترقیات ہی نہیں مانگتے بلکہ روحانی ترقی کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ صرف اپنی بہتری کے لئے ہی نہیں سوچتے بلکہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بھی سوچتے اور دعا کرتے ہیں۔ پس تقویٰ پر چلنے والے اور حقیقی مومن جہاں دنیا کی حسنات کی تلاش میں ہوتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ سے آخرت کی حسنہ کے حصول کی بھی دعا کرتے ہیں تا کہ یہ ہر دو حسنات جو ہیں انہیں آگ کے عذاب سے بچائیں۔ یہ ایک ایسی جامع دعا ہے جو عارضی حسنات کے حصول کے لئے بھی سکھائی گئی ہے اور مستقل حسنات کے حصول کے لئے بھی سکھائی گئی ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ دعا اکثر مانگا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء و التوبۃ باب فضل الدعاء باللّٰھم اٰتنا فی الدنیا حسنۃ ...... حدیث 6736-6735)

یہ دعا ایسی ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرتے ہوئے جہاں ایک مومن کو اس دنیا میں آگ کے عذاب سے بچاتی ہے وہاں اس عمل کی وجہ سے جو ایک مومن ان حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرتا ہے اگلے جہان میں بھی اُسے آگ کے عذاب سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس دنیا میں بھی انسان عَذَابَ النَّار سے گزرتا ہے۔ کئی قسم کے دکھ ہیں۔ حسرتیں ہیں۔ مختلف قسم کی مصیبتیں ہیں۔ جنگیں ہیں۔ یہ سب عَذَابَ النَّار ہی ہیں۔ آگ کے عذاب ہی ہیں۔

آجکل دیکھیں پاکستان میں، افغانستان میں اور بعض دوسرے ممالک میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اب گزشتہ دنوں کراچی میں ہی جو آگ لگی ہے وہ ان متاثرین کے لئے بلکہ پورے ملک کے لئے عَذَابَ النَّار ہی ہے اس آگ نے پوری ملک کی معیشت کو تباہ کردیا۔ صرف ایک شہر کی معیشت تباہ نہیں ہوئی۔ کھربوں کا نقصان ہوا ہے۔ پس آگ کے جو عذاب ہیں وہ اس دنیا میں بھی انسان کے ساتھ ہیں اور اس کے لئے انسان کو پناہ مانگنی چاہئے اور اگر انسان تقویٰ سے عاری ہے، نیک اعمال نہیں۔ اللہ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی نہیں۔ تو ایسے لوگوں کے لئے پھر اللہ تعالیٰ کے بڑے انذار ہیں۔ پس جب انسان دعا کرتا ہے تو حسنات مانگنے کے ساتھ فوراً تقویٰ کی طرف بھی توجہ ہونی چاہئے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ ہونی چاہئے۔ اپنے آپ کو ہر ایسے کام میں ملوث ہونے سے بچانے کی طرف بھی توجہ ہونی چاہئے جس کے نتائج بُرے ہوں اور اس طرف بھی توجہ ہونی چاہئے کہ مَیں اپنے کسی مخفی گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حسنہ سے محروم نہ رہ جاؤں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "توبہ انسان کے واسطے کوئی زائد یا بے فائدہ چیز نہیں ہے۔ اور اس کا اثر صرف قیامت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے انسان کی دنیا و دین دونو سنور جاتے ہیں۔ اور اسے اس جہان میں اور آنے والے جہان دونو میں آرام اور سچی خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔

دیکھو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار (البقرۃ:202)۔ اے ہمارے ربّ ہمیں اس دنیا میں بھی آرام اور آسائش کے سامان عطا فرما۔ اور آنے والے جہان میں آرام اور راحت عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

دیکھو دراصل رَبَّنَا کے لفظ میں توبہ ہی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ رَبَّنَا کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ بعض اَور ربّوں کو جو اُس نے پہلے بنائے ہوئے تھے ان سے بیزار ہوکر اس ربّ کی طرف آیا ہے۔ اور یہ لفظ حقیقی درد اور گداز کے سوا انسان کے دل سے نکل ہی نہیں سکتا۔ ربّ کہتے ہیں بتدریج کمال کو پہنچانے والے اور پرورش کرنے والے کو۔ اصل میں انسان نے بہت سے ارباب بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اپنے حیلوں اور دغابازیوں پر اسے پورا بھروسہ ہوتا ہے تو وہی اس کے ربّ ہوتے ہیں۔ اگر اسے اپنے علم کا یا قوت بازو کا گھمنڈ ہے تو وہی اُس کے رَبّ ہیں۔ اگر اسے اپنے حُسن یا مال و دولت پر فخر ہے تو وہی اُس کا ربّ ہے۔ غرض اس طرح کے ہزاروں اسباب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ جب تک اُن سب کو ترک کر کے اُن سے بیزار ہوکر اس واحد لاشریک سچے اور حقیقی ربّ کے آگے سرِنیاز نہ جھکائے اور رَبَّنَا کی پُر درد اور دل کو پگھلانے والی آوازوں سے اس کے آستانہ پر نہ گرے تب تک وہ حقیقی ربّ کو نہیں سمجھا۔ پس جب ایسی دلسوزی اور جاں گدازی سے اُس کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتا اور اُسے مخاطب کرتا ہے کہ رَبَّنَا یعنی اصلی اور حقیقی ربّ تو تُو ہی تھا مگر ہم اپنی غلطی سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے رہے۔ اب مَیں نے ان جھوٹے بتوں اور باطل معبودوں کو ترک کردیا ہے اور صدق دل سے تیری ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں اور تیرے آستانہ پر آتا ہوں۔

غرض بجز اس کے خدا کو اپنا ربّ بنانا مشکل ہے جب تک انسان کے دل سے دوسرے ربّ اور اُن کی قدر و منزلت و عظمت و وقار نکل نہ جاوے تب تک حقیقی ربّ اور اس کی ربوبیت کا ٹھیکہ نہیں اٹھاتا"۔

پھر فرمایا "بعض لوگوں نے جھوٹ ہی کو اپنا ربّ بنایا ہوا ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہمارا جھوٹ کے بدوں گزارہ مشکل ہے۔ بعض چوری و راہزنی اور فریب دہی ہی کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اس راہ کے سوا ان کے واسطے کوئی رزق کا راہ ہی نہیں۔ سو ان کے ارباب وہ چیزیں ہیں۔ دیکھو ایک چور جس کے پاس سارے نقب زنی کے ہتھیار موجود ہیں اور رات کا موقع بھی اس کے مفید مطلب ہے اور کوئی چوکیدار وغیرہ بھی نہیں جاگتا ہے تو ایسی حالت میں وہ چوری کے سوا کسی اور راہ کو بھی جانتا ہے جس سے اُس کا رزق آسکتا ہے؟ وہ اپنے ہتھیاروں کو ہی اپنا معبود جانتا ہے۔ غرض ایسے لوگ جن کو اپنی ہی حیلہ بازیوں پر اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے اُن کو خدا سے استعانت اور دعا کرنے کی کیا حاجت؟" (اپنے حیلوں کو اپنے بہانوں کو اپنے ذرائع کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں ان کی پھر توجہ دعا کی طرف بھی نہیں ہوتی)۔ "دعا کی حاجت تو اُسی کو ہوتی ہے جس کے سارے راہ بند ہوں اور کوئی راہ سوائے اُس در کے نہ ہو۔ اُسی کے دل سے دعا نکلتی ہے۔ غرض رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ......الخ ایسی دعا کرنا صرف انہیں لوگوں کا کام ہے جو خدا ہی کو اپنا ربّ جان چکے ہیں۔ اور ان کو یقین ہے کہ ان کے ربّ کے سامنے اَور سارے ارباب باطلہ ہیچ ہیں"۔

فرمایا کہ: "آگ سے مراد صرف وہی آگ نہیں جو قیامت کو ہوگی بلکہ دنیا میں بھی جو شخص ایک لمبی عمر پاتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے کہ دنیا میں بھی ہزاروں طرح کی آگ ہیں۔ تجربہ کار جانتے ہیں کہ قسم قسم کی آگ دنیا میں موجود ہے۔ طرح طرح کے عذاب، خوف، حُزن، فقر و فاقے، امراض، ناکامیاں، ذلّت و ادبار کے اندیشے۔ ہزاروں قسم کے دکھ۔ اولاد۔ بیوی وغیرہ کے متعلق تکالیف اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں اُلجھن۔ غرض یہ سب آگ ہیں۔ تو مومن دعا کرتا ہے کہ ساری قسم کی آگوں سے ہمیں بچا۔ جب ہم نے تیرا دامن پکڑا ہے تو ان سب عوارض سے جو انسانی زندگی کو تلخ کرنے والے ہیں اور انسان کے لئے بمنزلہ آگ ہیں بچائے رکھ"۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 144-145۔ جدید ایڈیشن)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ایک بڑا جامع قسم کا اقتباس ہے۔ اَور بھی بہت سارے ہیں لیکن اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس کس طرح انسان کو مشکلات آتی ہیں اور اس دعا کا کیا مقصد ہے جس کو سامنے رکھتے ہوئے، ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے انسان کو دعا کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ دنیا و آخرت کے حسنہ سے نوازتا رہے۔ دنیوی اور اخروی ہر قسم کے آگ کے عذاب سے ہمیں بچائے۔ نیکیوں پر قدم مارنے کی توفیق دے اور یہ سال بھی اور آئندہ آنے والا ہر سال بھی جماعت کے لئے، افراد جماعت کے لئے ہر قسم کے دکھوں اور تکلیفوں سے محفوظ رکھتے ہوئے ہر قسم کی حسنہ لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ حقیقی رنگ میں تقویٰ پر چلتے ہوئے اس نور سے حصہ پاتے چلے جانے کی توفیق عطا فرماتا رہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ لے کر آئے تھے۔

تقریر جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۲۰۰۹

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیدا کردہ انقلاب“

مکرم مولانا محمد عمر صاحب، ناظر تعلیم القرآن (وقف عارضی)

عامۃ المسلمین کی طرف سے جماعت احمدیہ سے عموماً یہ سوال کیا جاتا ہے کہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے دنیا میں آکر کیا انقلاب کیا اور احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟

ان لوگوں کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اگر تو احمدیت نے اسلام میں کچھ تبدیلیاں پیدا کی ہیں اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل کر ایک نیا نظام حیات پیش کر دیا ہے تو ہمیں اس نئے مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ یہ ایک کھلی گمراہی ہے۔

لیکن اگر احمدیت نے ہمیں وہی اسلام دیا ہے جو پہلے ہی ہمارے پاس موجود ہے تو پھر احمدیت قبول کرنے یا نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

اس سوال کے پہلے حصہ کا جواب یہ ہے کہ احمدیت نے دنیا کو حقیقی اسلام کے سوا کچھ نہیں دیا اور شریعت محمدی میں ایک شعشہ کی بھی تبدیلی نہیں کی۔

اور دوسرے حصہ کا جواب مختصراً یہ ہے کہ احمدیت نے دنیا کو دیا تو فقط اسلام ہی ہے لیکن وہ رائج الوقت اسلام نہیں جو فرقہ درفرقہ ۷۲ مذاہب میں بٹ چکا ہے اور ۷۲ مختلف اور متضاد عقائد پر مشتمل ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ اسلام پیش فرمایا جو ایک دین واحد کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی آمد کی غرض یُحْيِ الدِّيْنَ وَيُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ یعنی دین اسلام کو از سر نو زندہ کرنا اور شریعت محمدی کو دنیا میں دوبارہ قائم کرنا بیان فرمایا ہے۔ آپؑ اپنی آمد کی غرض یہ بیان فرماتے ہیں کہ:

”مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید و تائید کے لئے بھیجا ہے تا کہ میں اس پُر آشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت محمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملے کر رہے ہیں ان نوروں اور برکات اور خوارق اور علم لدُنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔“ (برکات الدّعا صفحہ ۲۳)

یہاں آپؑ کی آمد کی دو اغراض بیان کی گئی ہیں ،ایک مسلمانوں کو ضلالت اور گمراہی اور مایوسی کی اتھاہ گہرائی سے نجات دلانا اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے رُوشناس کرانا اور دوسری اسلام پر کئے جانے والے بیرونی حملوں کا دفاع کرنا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ ان ہر دو مقاصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے اور اس طرح آپ نے دنیا میں کیا انقلاب پیدا فرمایا......

حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کے ظہور کے وقت اسلام کا جو چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا تھا یہ وہ چہرہ نہیں تھا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ اسلام کا چہرہ تھا۔ اسلام کے بنیادی تصورات اور عقائد ایک ایک کر کے تبدیل کر دیئے گئے۔

زندہ خدا

توحید خالص جو اسلام کی بنیاد ہے باقی نہ رہی اور شرک اور مشرکانہ رسوم عام ہو گئے۔ ایک طرف خدا تعالیٰ کی قوت تکلّم سے انکار کیا جانے لگا تو دوسری طرف وہ جبینیں جو خدائے واحد کے سوا کسی کے آگے جھکنا نہ جانتی تھیں وہ مختلف قبروں اور درگاہوں اور ان کی ڈیوڑھیوں کے سامنے سجدہ کرنے لگیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ :جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے دریافت کریں تو میں تو بالکل قریب ہوں میں ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔

لیکن افسوس جب مسلمان تنزل اور پستی کے دور میں داخل ہوئے تو خدا تعالیٰ کی صفت تکلم کا اور دعا کی افادیت کا انکار کیا جانے لگا۔ ایسے مایوس کن دور میں حضرت احمد القادیانی علیہ السلام کی یہ آواز بلند ہوئی

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

آپ نے خدا تعالیٰ کے متعلق صرف یہ نظریہ ہی پیش نہ فرمایا بلکہ زندہ دلیل کے طور پر اپنے وجود کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا اور اس بارے میں تمام مذاہب کو چلینج دیا گویا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سب سے بڑا انقلاب یہی تھا کہ آپ نے ایک زندہ خدا کا پتہ دیا اور ایک رب العباد کو پورے وثوق اور یقین کے ساتھ پیش فرمایا۔

زندہ نبی

ایک زندہ خدا کے وجود کے بعد سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام آتا ہے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مقام جس میں دوسرا کوئی آپ کا شریک نہیں وہ مقام خاتم النبین ہے۔ اس مقام کی عظمت یہ ہے کہ آپ کی قوۃ قدسیہ کے ذریعہ ہی رہتی دنیا تک ہر قسم کا فیضان جاری رہے گا۔ یعنی آئندہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی ہر قسم کی روحانی نعمتیں حتیٰ کہ نبوت بھی مل سکتی ہے لیکن موجودہ مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم مقام کو جس سے آپ کی ابدی زندگی ثابت ہوتی ہے گرا کر یہ کہہ دیا کہ اس مقام کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دروازے کو بند کر دیا یعنی نبوت کو ختم کر دیا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کی حقیقت بیان فرمائی اور بتایا کہ آئندہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کے ساتھ ہی ہر قسم کے روحانی نعماء وابستہ ہیں حتی کہ آپ کی پیروی کے نتیجہ میں ایک شخص مقام نبوت تک حاصل کر سکتا ہے اس کے لئے بھی آپ نے اپنے وجود کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا اور بتایا کہ

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

اس طرح آپؑ نے آکر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ مقام اور ایک زندہ خدا کے تصور کے ساتھ ایک زندہ رسول کی حقیقت دنیا کے سامنے پیش فرمائی۔

زندہ کتاب

قرآن کریم ایک محفوظ عالمگیر مکمل و اکمل اور آخری شرعی کتابُ اللہ ہے۔ لیکن خود مسلمانوں میں یہ مہلک خیال پیدا ہو گیا تھا کہ قرآن کریم کی بعض آیات بعض دوسری آیات کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہیں۔ بعض مفسرین قرآن مجید میں منسوخ شدہ آیتوں کی تعداد پانچ صد بعض دو صد بعض بیس اور بعض پانچ بتاتے رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بے بنیاد عقیدہ قرآن کریم پر ایک سخت اور خطرناک حملہ کی حیثیت رکھتا ہے اس طرح سارا قرآن مشکوک ہو کر رہ جاتا ہے اور ایک غیر محفوظ کتاب بن جاتا ہے جس کی آیتیں رفتہ رفتہ نسخ کا شکار ہوتی رہیں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر اس داغ کو بھی دھو دیا اور فرمایا:

علماء نے مسامحت کی راہ سے بعض احادیث کو بعض آیات کا ناسخ قرار دیا ہے لیکن حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے۔

(الحق مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۹۰-۹۱)

نیز آپؑ نے فرمایا کہ قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ (نشان آسمانی صفحہ ۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی متعدد تحریرات کے ذریعہ اس بارے میں مسلمانوں کے ذہنوں میں عظیم انقلاب پیدا فرمایا کہ اب وہ اس مہلک خیال سے توبہ کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ اخبار الجمعیۃ ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء لکھتا ہے:

ناسخ و منسوخ کی بحث میں بہت کچھ فروگزاشت کی گئی ہے اور حق یہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

اسی طرح مسلمانوں میں ایک غلط تصور یہ سرایت کر گیا تھا کہ قرآن مجید کا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا یہ جرم اور حرام ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے آکر اس غلط تصور کو بھی ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔

خدا کے فضل سے آپ کی قائم کردہ جماعت نے اب تک ۶۹ عالمی زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کروا کر ساری دنیا میں پھیلا دیا۔

گویا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے ایک زندہ خدا زندہ رسول اور زندہ کتاب کا تصور نہ صرف پیش کیا بلکہ اس میں یقین کامل پیدا فرمایا۔

تردید عقیدہ حیات مسیح

مسلمانوں کے اندر ایک خطرناک عقیدہ یہ سرایت کر گیا تھا جس سے اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح ہتک اور گستاخی لازم آتی تھی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ ہے۔

عامۃ المسلمین کا یہ عقیدہ ہے کہ آج سے دو ہزار سال قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ”رسولًا الی بنی اسرائیل“ تھے بجسم عنصری آسمان کی طرف اُٹھائے گئے تھے اور الْاٰن کَمَا کَان اب تک زندہ آسمان پر موجود ہیں اور آخری زمانہ میں امت محمدیہ کی اصلاح اور بہبودی کے لئے خود تشریف لائیں گے۔ یعنی آسمان سے نیچے اُتریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر قرآن مجید، احادیث نبویہ اور تاریخی حقائق کے ذریعہ اس غلط عقیدہ سے اُمّتِ محمدیہ کو نجات دلادی اور دنیا پر خوب واضح کر دیا کہ اُمّتِ محمدیہ کو اپنی اصلاح کے لئے کسی دوسرے نبی کی احتیاج نہیں بلکہ دوسری امتیں اپنی اصلاح کے لئے امت محمدیہ کی محتاج ہیں۔

ایک زمانہ ایسا تھا کہ مسلمان اور ان کے علماء مسئلہ حیاتِ مسیح کو اسلام کا ایک اہم اور بنیادی عقیدہ خیال کرتے تھے اور جو بھی حیاتِ مسیح کا انکار کرتا تھا اسے کافر ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج خیال کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ کو مدارِ کفر و ایمان بنایا کرتے تھے لیکن یہی لوگ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل قاطعہ اور زبردست استدلال کے سامنے عاجز آ گئے تو کہنے لگے کہ مسیح دیگر انسانوں اور رسولوں کی طرح وفات پا چکے ہیں۔

چنانچہ ایک مؤقر جریدہ سرینگر ٹائمز ۲ مئی ۱۹۷۰ء کی اشاعت میں علامہ سید نثار حُسین حسنی کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں وہ لکھتے ہیں:

”اب چند روایات کی بنا پر حضرت عیسیٰ پرستی برداشت نہیں کی جاسکتی۔ عیسیٰ ابن مریم کو وفات یافتہ مان کر ہم قادیانی مسلک کی تائید نہیں کر رہے ہیں بلکہ علم وعقل کا ساتھ دے رہے ہیں۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے قبل یہ علم وعقل کہاں غائب ہوگئی تھی۔ اللہ اعلم) اخبار آگے لکھتا ہے:

اور بے شمار غیر احمدی علماء و فضلاء اس کی تائید کرتے ہوئے اپنی بلند پایہ تصانیف و تفاسیر میں وفات کا اعلان ڈنکے کی چوٹ کر رہے ہیں۔ شیخ حافظ محمد شلتوت ریکٹر جامعہ ازہر، شیخ محمد عبدہ مصری، علامہ شیخ رضا المنار، علامہ مصطفیٰ المراغی، سر سید احمد خان، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، مولانا ثناء اللہ

امرتسری وغیرہ فضلا ومفسرین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عیسیٰ مرچکے ہیں۔

احباب کرام اس طرح آج انسانی قلوب اور ذہنوں میں جو خوشگوار تغیر اور تبدیلی پیدا ہوئی ہے وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیدا کردہ انقلاب کا ہی نتیجہ ہے۔

سیفی جہاد کی ممانعت

کچھ عرصہ سے دنیا کے مختلف حصوں میں خاص کر مسلمانوں کی مملکتوں میں جہاد کے نام پر دہشت گردی کی جو ظالمانہ اور بہیمانہ وارداتیں ہورہی ہیں اس سے اسلام اور خود مسلمانوں کی بہت بدنامی ہورہی ہے اور اُنہیں بہت ہزیمتیں اُٹھانی پڑ رہی ہیں۔ جبکہ ایک صدی قبل بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس بارے میں تاکیدی حکم دیا تھا آپ فرماتے ہیں :-

”اب جب مسیح موعود آ گیا تو ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جہاد سے باز آوے......اب مذہبی طور پر تلوار اُٹھانے والوں کا خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر نہیں۔ جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا ہے اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہورہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔ مسیح موعود دنیا میں آیا تاکہ دین کے نام سے تلوار اُٹھانے کے خیال کو دُور کرے۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۷۶)

آپؑ فرماتے ہیں :

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
یہ حکم سن کے جو بھی لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

احباب کرام آج کل یہی ہورہا ہے جس کے بارے میں آپؑ نے انتباہ فرمایا تھا۔ کہتے ہیں :

سرخرو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حنا پتھر پر گھس جانے کے بعد
اب ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھانے کے بعد

مسلمانوں کا ایک دانشور طبقہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خیالات کو اپنانے لگا ہے۔ چنانچہ مورخہ ۴ر دسمبر ۲۰۰۲ کو نئی دہلی میں منعقدہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے اس کے وائس چانسلر شاہد سید نے کہا کہ اسلام نے جنگ کے جو قوانین اور اس کے اخلاقی اصول طے کئے ہیں ان کی رُو سے دہشت گردی کی موجودہ شکل کو کسی صورت میں جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(روزانہ ہند سماچار جالندھر مورخہ ۶ دسمبر ۲۰۰۲)

ایک حج کے موقع پر شاہ فیصل نے اعلان فرمایا کہ :

لَیسَ الجہادُ ھُوَ فقط حِملُ البَندُوقِیۃِ و تَجرِیدُ السَّیْفِ وَاِنَّمَا الْجِھَادُ ھُوَ دَعْوَۃٌ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ وَالتَّمَسُّکُ بِھَا وَالْمُبَاشِرَۃُ عَلٰی ذٰلِکَ مَھْمَا اعْتَرَضْنَا المشاکل والمصائب۔

یعنی جہاد سے مراد فقط بندوق اٹھانا اور تلوار زنگی کرنا ہی نہیں بلکہ یقیناً جہاد سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف دعوت دینا ہوتا ہے اس راہ میں جو بھی مشاکل اور مصائب آئیں اس کو مضبوطی سے پکڑنا ہی جہاد ہے۔

کسر صلیب

قارئین کرام ! سیدنا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موعود کی بعثت کی اغراض میں سے ایک اہم غرض یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ صلیب توڑنا یعنی صلیبی عقائد کا بطلان قرار دی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے قبل دیگر مذاہب کا خصوصاً عیسائیت کا نصب العین اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانا ہی ہوا کرتا تھا۔ ساری دنیا کے عیسائیوں نے منظّم طریق پر فرزندانِ اسلام کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے اور تثلیث کے باطل عقیدے کا پرستار بنانے کے لئے سردھڑ کی بازی لگادی تھی۔ انہیں اپنے مقصد کی تکمیل میں اتنا یقین تھا کہ وہ یہاں تک دعویٰ کرنے لگے تھے کہ قاہرہ، دمشق اور تہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے پُر نظر آئیں گے حتی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا۔

William Barrows Lectures)
(Page:43

ایسے ہی خطرناک حالات میں خدا تعالیٰ نے ”کاسر صلیب“ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے آکر عیسائیوں کے اس خواب وخیال کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا اور اُن کی تمام اُمّیدوں کو ہمیشہ کے لئے خاک میں ملادیا۔ چنانچہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اُن کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کردو پھر نظر اُٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دُنیا میں کہاں ہے؟ کیونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کردے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلادے۔ اس لئے اس نے مجھے بھیجا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۲)

احباب کرام! آج بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی اتباع میں فرزندان احمدیت نے عیسائیت کے غلط عقائد کے خلاف اتنا کامیاب پُر اثر اور عظیم الشان مضبوط محاذ قائم کیا ہے کہ قصر عیسائیت متزلزل ہوکر رہ گیا ہے اور وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہورہے ہیں کہ :

Christianity is going down the hills very fast

یعنی عیسائیت بڑی تیزی کے ساتھ تنزل کی طرف جارہی ہے۔

(Tankai ka times 23-11-1961)

احباب کرام! ذرا غور کیجئے کہاں تو یہ حالت تھی کہ عیسائیت کے مکہ مکرمہ میں اور خاص کر کعبۃ اللہ کے حرم میں صلیب کی چمکار پیدا کرنے کی توقعات کجا یہ حال کہ خود صلیب کی چمکار ان کے اپنے گرجاؤں سے ختم ہورہی ہے۔

ذرا سوچئے! کیا یہ عظیم الشان تبدیلی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیدا کردہ انقلاب کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟

زندہ جماعت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیدا فرمودہ ایک بہت بڑا اور عظیم الشان انقلاب جماعت احمدیہ کا قیام ہے یعنی جماعت احمدیہ کی شکل میں موجود ہے اور یہ انقلاب آج عالم اسلام میں ایک فعال اور صحیح اسلامی عقائد پر گامزن معاشرے کی شکل میں موجود ہے۔ پس خدا کے فضل وکرم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ایسی جماعت پیدا فرمائی جو علمی عقلی اور روحانی اقدار کو زندہ کرنے والی اور تقویٰ وطہارت، عبادت وریاضت اور دیانت وامانت وغیرہ اوصاف میں ممتاز ہے۔

چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ فرمودہ ۳۱ جولائی ۲۰۰۹ میں جلسہ سالانہ یوکے ۲۰۰۹ء میں شرکت کرنے والے بعض نامور معززین کی تحریریں پیش فرمائیں جن میں انہوں نے اپنے تأثرات بیان کئے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک بطور مثال پیش کرتا ہوں :

Dr. John Alexander جو افریقہ کی حکومت بینن کے Minister for political affairs اور صدر مملکت کے خاص مشیر بھی ہیں لکھتے ہیں:

”احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔ دنیا میں اسلام کا مستقبل صرف احمدیت ہی ہوسکتی ہے۔ اور احمدیت نے ہمیں اسلام کا نیا چہرہ دکھایا ہے جو اس سے قبل ہم نے کسی مسلمان میں نہیں دیکھا اور یہ دراصل محبت بھائی چارے خلوص اور انسانیت کی خدمت کا چہرہ ہے اور روحانیت کی اعلیٰ اقدار کا حامل چہرہ ہے۔ علم اور روحانیت کا زبردست امتزاج ہے۔ محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں کا ماٹو ہی ہے جس کی عملی تصویر جماعت احمدیہ ہے جو ایک الٰہی مذہب کا مقصد ہوتا ہے اور اسی سے آج ساری دنیا کو سبق حاصل کرنا ہے ......یوں لگتا ہے یہ کوئی اور مخلوق ہو جس کو دنیا کی خود غرضی اور مسائل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ تو لوگ نہیں فرشتے ہیں جنہوں نے آسمان سے زمین پر آکر رہنا شروع کیا ہے۔“ (بدر مورخہ ۲۹ر اکتوبر ۲۰۰۹)

موجودہ زمانہ میں باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی تنظیمیں اور مضبوط حکومتیں بھی ہیں لیکن اس کے بالمقابل جماعت احمدیہ عالمگیر اس مادّی دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی شان وشوکت اور عظمت اور تمکین دین کے قیام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد قائم شدہ خلافت کے زیرسایہ صف آرا ہے۔ آج دنیا کے ۱۹۵ ممالک میں احمدیت نے اپنا جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔ آپؑ کی پیدا فرمودہ جماعت مخالفت کے تمام طوفانوں پر غلبہ پاتے ہوئے اسلام کی عالمگیر فتح کی طرف امن رواداری اور پیار ومحبت کے ساتھ دلوں کو فتح کرنے کیلئے گامزن ہے۔

آج مسلمان کی اکثریت ان کی حکومتیں مل کر بھی وہ کام نہیں کرسکتے جو ایک کمزور اور غریب جماعت اکناف عالم میں کامیابی سے کررہی ہے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خوشخبری دی تھی کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ یہ بشارت اور پیشگوئی اکناف عالم میں جماعت احمدیہ کی تبلیغ کے ذریعہ نہایت حُسن وخوبی سے پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ خاص کر مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے ذریعہ سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی علامتوں میں سے ایک علامت کے طور پر فرمائی تھی کہ تَطْلُعُ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِھَا کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا نہایت شاندار رنگ میں پوری ہوئی کہ کی شعاعیں اسلام مغرب سے طلوع ہوکر اکناف عالم میں پہنچ رہی ہیں اور ایک دنیا کو منور کررہی ہیں۔

یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیدا فرمودہ عظیم الشان انقلاب میں سے ایک ہے۔ عالمگیر سطح پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیدا فرمودہ انقلاب کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد جو اپنے وقت کے شہرت یافتہ عالم دین اور مفسر قرآن تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اپنے مؤقر اخبار وکیل میں یوں تحریر فرماتے ہیں:-

وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا......جس کی اُنگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مُٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت بن کر خُفتگانِ ہستی کو بیدار کرتا رہا......دُنیا سے اُٹھ گیا۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ (اخبار وکیل ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

احباب کرام! اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کی عالمگیر ترقی کا اعتراف کرتے ہوئے کراچی سے نکلنے والا اخبار دفاع اگست ۱۹۷۷ء میں لکھتا ہے۔

(باقی صفحہ 27 پر ملاحظہ فرمائیں)

تقریر جلسہ سالانہ قادیان

سِیْرَتْ حَضْرَتْ مَسِیْح مَوْعُوْدْ عَلَیْهِ السَّلَام

اہلِ بیت سے آپؑ کی محبت
معترضین کے مختلف اعتراضات کے پس منظر میں

محترم مولانا
محمد کریم الدین
صاحب شاہد
ناظم ارشاد وقفِ
جدید قادیان)

تاریخِ انبیاء اس بات پر شاہد ہے کہ دُنیا میں جب کبھی انبیاء ومرسلین قیامِ توحید اور اصلاحِ خلق کے لئے مبعوث ہوئے، اُن کی زندگیاں دعویٰ سے قبل اپنی قوم اور علاقہ میں نہایت درجہ پاکیزہ، عوام الناس سے ممتاز، اخلاقِ فاضلہ کی عکّاس اور اُس وقت کے سماج کے لئے اُمید کی کرن ہوا کرتی تھیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت صالح علیہ السلام کے ذکر میں فرماتا ہے :

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَا (سورہ ھود : ۶۳)

اُن کی قوم نے کہا کہ اَے صالح! اِس سے پہلے تو تُو ہمارے درمیان مستقبل کے لئے اُمید کی جگہ سمجھا جاتا تھا۔ یعنی ہم کو تمہارے وجود سے بڑی بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں کہ اپنی عقل و دانش کے لحاظ سے قوم کی بہبُود اور سماج کو اُونچا اُٹھانے کے لئے ہمارے لیڈر بنو گے لیکن یہ کیا کہ اِس عقل و دانش کے باوجود تم خدائے واحد کی پرستش کی تلقین کرتے اور ہمیں ہمارے بزرگوں کے راستے سے ہٹانا چاہتے ہو !؟

ایسا ہی سلوک ہمارے پیارے آقا و مُطاع سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا کہ دعوئ نبوّت سے قبل آپؐ کو صدوق اور اَمین کے لقب سے پُکارا جاتا تھا لیکن جب آپؐ نے دعوئ نبوّت فرمایا تو وہی قوم جو آپؐ کو سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی، آپؐ کی جانی دُشمن بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی پاکیزہ زندگی کو آپؐ کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرتے ہوئے فرمایا :

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَدْرٰکُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورۂ یونس:۱۷)

یعنی (اَے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تُو اُنہیں کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی یہی مشیّت ہوتی کہ اِس (قرآن) کی جگہ کوئی اور تعلیم تمہیں دی جائے تو مَیں اسے تمہارے سامنے پڑھ کر نہ سُناتا۔ اور نہ ہی وہ خدا تمہیں اِس تعلیم سے آگاہ کرتا چنانچہ اِس (دعوئ نبوّت) سے پہلے مَیں ایک عرصۂ دراز تم میں گذار چکا ہوں کیا پھر بھی تُم عقل سے کام نہیں لیتے !؟

گویا اِس آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی یہ دلیل بیان کی گئی ہے کہ تُم میری گذشتہ زندگی کو دیکھ لو کہ جب مَیں انسانوں کے متعلق بھی کوئی جھوٹ بات کہنا گوارا نہیں کرتا تھا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مَیں یکدم خدا تعالیٰ پر جھوٹا دعویٰ کردوں۔ یہ عقل کے خلاف بات ہے۔

بعینہٖ یہی دلیل سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غُلام، عاشقِ صادق اور فرزندِ جلیل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ السلام پر چسپاں ہوتی ہے کہ دعوئ میسحیت و مہدویّت سے قبل آپؑ کی زندگی نہایت درجہ پاکیزہ، تقویٰ وطہارت کی حامل، اسلام، قرآن اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا عشق اور غیرت رکھنے والی زندگی تھی جِسے آپؑ نے اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش فرمایا۔ چنانچہ آپؑ اپنے مخالفین کو چیلنج کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”تُم کوئی عیب، افتراء یا جھوٹ یا دَغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جُھوٹ اور افتراء کا عادی ہے، یہ بھی اُس نے جُھوٹ بولا ہوگا۔ کون تُم میں ہے جو میری سوانحِ زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اُس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔“

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲)

پھر فرمایا :-

” میری ایک عُمر گذر گئی ہے مگر کون ثابت کرسکتا ہے کہ کبھی میرے مُنہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب مَیں نے محض لِلّٰہ انسانوں پر جھوٹ بولنا متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قُربان کیا تو پھر مَیں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا۔؟“

(حیاتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۱۲۶)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس چیلنج پر ایک سو بیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے مگر کسی بھی مخالف کو اس کا جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی۔ دعوے کے بعد تو مخالفین ہر طرح کے الزام لگایا ہی کرتے ہیں۔ سادہ لَوح مسلمانوں کو جھوٹ بول بول کر جماعت کے خلاف بھڑکاتے ضرور ہیں لیکن دلائل وحقائق کے میدان سے یہ کہہ کر اپنا پیچھا چھڑاتے ہیں کہ حیات وممات مسیح، ختمِ نبوت اور امکانِ نبوت کی بحثوں کو چھوڑو، صرف سیرتِ مرزا پر بحث کرو کیونکہ اس طرح وہ الزام تراشیاں اور جھوٹ بول کر عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے ہیں۔ مگر دعویٰ سے پہلی زندگی پر نہ صرف یہ کہ کوئی اُنگلی نہیں اُٹھا سکتا بلکہ بیسیوں لوگوں نے آپؑ کی پاکیزہ زندگی کی گواہی دی جنھوں نے آپ کو دیکھا اور جن کا آپؑ سے واسطہ پڑا۔

چنانچہ مشہور اہلِ حدیث عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے دعوی کے بعد آپ کی شدید مخالفت کی مگر اس سے پہلے انہوں نے آپؑ کی کتاب براہین احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا :-

” مؤلّف براہینِ احمدیہ مخالف وموافق کے تجربے اور مشاہدے کی رُو سے (واللہ حسیبہٗ) شریعتِ محمدیہؐ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں۔“

(اشاعۃ السُّنّہ جلد ۷ صفحہ ۱۸۴)

مزید لکھا :-

”اس کا مؤلّف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی و لسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔“

(اشاعۃ السُّنّہ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹)

مولانا ابوالکلام آزاد جو ہندوستان کے مشہور عالمِ دین، مفسّرِ قرآن اور صحافی تھے، یہ گواہی دیتے ہیں کہ :-

”کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دَامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبّہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جِیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور کیا بلحاظ خدمات وحمایتِ دین، مسلمانانِ ہند میں اُن کو ممتاز، برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔“

(اخبار وکیل امرتسر ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

مشہور مُسلم لیڈر اور صحافی و شاعر مولانا ظفر علی خان صاحب کے والدِ بزرگوار منشی سراج الدین صاحب ایڈیٹر اخبار ”زمیندار“ گواہی دیتے ہیں کہ :

” ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متّقی بزرگ تھے...... آپ بناوٹ اور افتراء سے بَری تھے۔“

(اخبار زمیندار مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ اخبار بدر ۲۵ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۳)

قارئین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی راست گفتاری، تقویٰ وطہارت نہایت نمایاں اور مسلّم تھی۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی انسان بلا وجہ راستی اور سچّائی کو ترک نہیں کرتا۔ اس کا امتحان عام حالات میں نہیں ہوتا بلکہ اُس وقت ہوتا ہے جب ایسے حالات میں بھی صداقت پر قائم رہے جبکہ ایسا کرنے میں اُس کی اپنی ذات یا اُس کے عزیز و اقارب یا اُس کے دوستوں یا تعلق داروں یا اُس کی قوم و مُلک کو کوئی نقصان پہنچتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے چونکہ ایک رُوحانی مصلح بننا مقدّر تھا اس لئے آپؑ کی زندگی میں ایسے کئی مواقع پیش آئے کہ جب سچّائی کو اختیار کرنا آپؑ کے لئے بظاہر بہت بڑے نقصان یا خطرے کا باعث تھا۔ مگر آپؑ نے ہر ایسے مواقع پر اپنے نفع یا فائدے کو ذرّہ بھر بھی حیثیت نہیں دی اور ایک مضبوط چٹان کی طرح صداقت اور راستی پر قائم رہے۔ ہر قسم کے نقصان اور خطرے کو برداشت کیا مگر سچ کا دامن نہیں چھوڑا۔

مثلاً ۱۸۷۷ء کی بات ہے کہ امرتسر کے ایک عیسائی وکیل رلیا رام کے پریس میں آپ نے ایک مضمون ایک پیکٹ کی صورت میں چھپنے کے لئے ارسال کیا اور اس میں ایک خط بھی رکھ دیا۔ اُس زمانے میں کسی پیکٹ میں ایک الگ خط کا رکھنا جُرم تھا اور ایسے جُرم کی سزا پانچ سو روپے جُرمانہ یا چھ ماہ کی قید ہوا کرتی تھی اس لئے رلیا رام وکیل نے افسرانِ ڈاک کا مُخبر بن کر حضور علیہ السلام کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اس سلسلے میں جن جن وکلاء سے مشورہ کیا گیا اُنہوں نے یہی مشورہ دیا کہ جھوٹ بولنے کے سوا اور کوئی راہ رِہائی کی نہیں ہے۔ آپ یہ بیان دے دیں کہ یہ خط مَیں نے پیکٹ میں نہیں ڈالا بلکہ رلیا رام نے خود ڈال دیا ہوگا۔ ایسا کرنے سے شہادت پر فیصلہ ہو جائے گا ورنہ صورتِ مقدمہ سنگین ہے اور کوئی صورت رہائی کی نہیں ہے۔ لیکن آپؑ نے اُن سب کو یہی جواب دیا کہ مَیں کسی حالت میں بھی راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا جو ہوگا سو ہوگا۔

چنانچہ آپؑ کو ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا اور آپؑ نے بڑی دلیری کے ساتھ اپنے اِس فعل کا اعتراف کیا کہ پیکٹ میں خط میرا ہی ہے لیکن گورنمنٹ کو نقصان پہنچانے یا محصول سے بچنے کے لئے ایسا نہیں کیا بلکہ مجھے اس قانون کا علم نہیں تھا۔ مَیں نے نیک نیتی سے اس کو مضمون کا ہی ایک حصہ سمجھ کر رکھا تھا۔ اس سچ کا مجسٹریٹ کے دل پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ اُس نے بِلا تامّل آپؑ کو بَری کر دیا۔

حضرات! حضور علیہ السلام کی جوانی میں آپؑ کی راستبازی اور سچ گوئی کا اتنا شہرہ تھا کہ آپؑ کے خاندانی مقدمات میں اکثر آپ کے مخالفین بھی آپ کو بطور گواہ پیش کرتے تھے اور کئی خاندانی مقدمات میں آپ نے اپنے خاندان کے خلاف گواہی دیکر اُن کی ناراضگی مول لی مگر حق وصداقت کا دامن نہ چھوڑا۔ آپ کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ الہام ایک ٹھوس صداقت پر مبنی ہے کہ :-

قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

”یعنی تُو اپنے مخالفوں سے کہہ دے کہ اگر مَیں نے خدا پر افتراء باندھا ہے تو مَیں مُجرم ہوں اور اپنے جُرم کی پاداش سے بچ نہیں سکتا مگر تُم اتنا تو سوچو کہ مَیں اپنے دعوی سے پہلے تمہارے درمیان ایک لمبا زمانہ گذار چکا ہوں اور تم میرے حالات اور میری عادات سے اچھی طرح واقف ہو تو کیا پھر بھی تم میری صداقت کے متعلق شک کرتے ہو اور عقل وخرد سے کام نہیں لیتے؟“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۲)

پس ایسے راستباز اور مقدس ومطہّر وجود کو جھوٹا اور مفتری قرار دینا معترضین کی اپنی ذہنیت اور کردار کی عکّاسی کرتا ہے۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو دینِ اسلام کے فِدائی اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل کے شیدائی تھے۔ آپ نے کیا ہی

خوب فرمایا ہے کہ ؎

کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے
تیرے مُنہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اَے خیر رُسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

دینِ اسلام کی کمزوری اور مسلمانوں کی بے بسی سے آپؑ کا دِل تڑپ جاتا تھا اور بے اختیار آپؑ کے دردمند دل سے یہ صدا اُٹھتی کہ ؎

میرے آنسو اِس غمِ دِلسوز سے تھمتے نہیں
دِیں کا گھر ویراں ہے اور دُنیا کے ہیں عالی منار
دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضعفِ دینِ مصطفیٰؐ
مجھ کو کر اَے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار

حضرات ! اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ محرّم الحرام شروع ہو چکا ہے اور مسلمان جانتے ہیں کہ اِسی مقدس مہینے کی دسویں تاریخ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے ، حضرت فاطمۃُ الزہراء اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے لختِ جگر حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی میدانِ کربلا میں دردناک شہادت اپنی ہی قوم کے ہاتھوں ہوئی جو تاریخِ اسلام کا ایک المناک باب ہے۔ جو لوگ محض تعصّب کی راہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آلِ رسولؐ اور خاص کر حضرت امام حُسینؓ کی ہتک کرنے والا قرار دیتے ہیں وہ غور سے سُنیں کہ حضور علیہ السلام کے دِل میں اہلِ بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مرتبہ اور مقام تھا۔

ایک دفعہ جب محرّم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے باغ میں ایک چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے آپؑ نے اپنی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور اپنے سب سے چھوٹے بیٹے میاں مبارک احمد صاحب مرحوم کو اپنے پاس بُلایا اور فرمایا :

''آؤ ! مَیں تمہیں محرّم کی کہانی سُناؤں'' پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سُنائے۔ واقعات سناتے وقت آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے آنسو پونچھتے جاتے تھے اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا :-

''یزید پلید نے یہ ظُلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی اِن ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔''

(روایات حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

گویا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت کے واقعہ کو یاد کر کے آپ کا دِل اس قدر بے چین ہوتا تھا کہ ایک عام مسلمان کو اس واقعۂ شہادت سے جتنا غم ہو سکتا ہے اس کی نسبت حضور علیہ السلام کا غم سَو گُنا زیادہ تھا جس کا اظہار آپؑ نے اپنے ایک شعر میں یوں فرمایا ہے کہ ؎

کربلائیست سَیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

ہمارے مخالفین کو اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ درد اور تڑپ نظر نہیں آتی جو آپؑ کو اسلام ، قرآن اور حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہے حملوں کی وجہ سے تھی۔ اُس کو چھوڑ کر انہوں نے اس شعر کو محلِ اعتراض اور عوام الناس کو دھوکہ دینے کا ذریعہ بنالیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں آپؑ فرماتے ہیں :-

''حُسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہّر تھا اور بلا شبہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدائے تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلا شبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اُس سے موجبِ نقصِ ایمان ہے اور اُس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زُہد اور عبادت ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے...... تباہ ہو گیا وہ دِل جو اُس کا دُشمن اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے...... غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حُسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ جو شخص حُسین یا کسی اَور بزرگ کی جو ائمہ مطہّرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اُس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ اُس شخص کا دُشمن ہو جاتا ہے جو اُس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دُشمن ہے۔''

(اشتہار تبلیغ الحق صفحہ ۲۰۱، ۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

قارئین کرام ! ہمارے مخالفوں کی جانب سے بسا اوقات دیدہ و دانستہ یا بعض دفعہ ناواقفی کے نتیجے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر خاص طور سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ آپؑ نے نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کی ہے حالانکہ ایک ادنیٰ تامّل سے یہ بات ایک بچہّ بھی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ جب مثیلِ عیسیٰؑ ہونے کا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کر کے گویا آپؑ اپنی ذات کی ہتک کرنے والے بنیں۔ اسی لئے آپؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خاص طور پر فرمایا ہے کہ :-

''ہم اس بات کے لئے بھی خدائے تعالیٰ کی طرف سے مامُور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچّا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور اُن کی نبوّت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اُن کی شانِ بزرگ کے برخلاف ہو اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے۔''

(ایّام الصلح ٹائیٹل پیج صفحہ ۲ جنوری ۱۸۹۹)

اسی طرح فرماتے ہیں :-

''جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ کا سچّا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہمارے قلم سے اُن کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں !؟''

(کتاب البریہّ صفحہ ۹۳، ۱۸۹۷ء)

اور فرمایا :-

''عیسائی خواہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا یا خدا جو چاہیں بناویں مگر وہ اُن کی اصل اتّباع اور حقیقی مقام سے بے خبر ہیں۔ اور ہم ہرگز تحقیر نہیں کرتے۔ ہم حضرت عیسیٰؑ کو خدائے تعالیٰ کا سچّا نبی یقین کرتے ہیں۔''

(اخبار البدر ۲۴ اپریل ۱۹۰۴ء)

نیز فرماتے ہیں :-

''مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حضرت عیسیٰؑ جیسے راستباز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا دست بدست اُس کو پکڑ لیتا ہے۔''

(اعجازِ احمدی صفحہ ۳۸، نومبر ۱۹۰۲ء)

قارئین کرام ! حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو اسلام کے وہ فتح نصیب جرنیل اور بطلِ جلیل ہیں جنہوں نے دُنیا بھر میں یہ منادی کی کہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے ، زندہ کتاب قرآنِ مجید ہے اور زندہ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؑ کی اسّی سے زائد کتابیں اِس پر شاہدِ ناطق ہیں۔ پھر کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایسے عاشقِ قرآن اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے مخالفین توہین رسالت کا مرتکب اور نعوذ باللہ گُستاخِ رسولؐ قرار دیکر عام مسلمانوں کے دلوں میں نفرت و حقارت اور بُغض و حسد کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیلئے تو قرآنِ مجید رُوح کی غذا تھی اور آپؑ کو اس سے اس قدر دلی محبت اور لگاؤ تھا کہ ہمیشہ اس کے مطالعہ میں غرق رہتے۔ آپؑ فرماتے ہیں ؎

دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مِرا یہی ہے

اور آپؑ کے رگ و ریشہ میں عشقِ رسولؐ اس طرح رچ بس گیا تھا کہ آپؑ کے دِل کی یہ بے ساختہ اور پُر جوش آواز تھی کہ ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم
گر کُفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی مَیں خدا کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر میرا یہ عشق کسی کی نظر میں کُفر ہے تو خدا کی قسم مَیں ایک سخت کافر انسان ہوں۔ ایک اَور جگہ آپؑ بڑے ہی محبت بھرے انداز میں فرماتے ہیں ؎

عجب نُوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ
دریں رہ گر کُشندم ور بسوزند
نتابم رُو ز ایوانِ محمدؐ
تُو جانِ ما منوّر کردی از عشق
فدایت جانم اَے جانِ محمدؐ

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں خدا نے عجب نُور ودیعت کر رکھا ہے اور آپؐ کی مقدس کان عجیب و غریب جواہرات سے بھری پڑی ہے۔ سو اگر اَے منکرو! تم محمدؐ کی صداقت کی دلیل چاہتے ہو تو دلیلیں تو بے شمار ہیں مگر مختصر رستہ یہ ہے کہ اُس کے عاشقوں میں داخل ہو جاؤ کیونکہ محمد کا وجود اُس کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ واللہ اگر آپؐ کے رستہ میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور میرے ذرّہ ذرّہ کو جلا کر خاک بنا دیا جائے تو پھر بھی مَیں آپؐ کے دروازے سے کبھی مُنہ نہیں موڑوں گا۔ سوائے محمدؐ کی جان ! تجھ پر میری جان قُربان۔ تُو نے میرے رُوئیں رُوئیں کو اپنے عشق سے منوّر کر رکھا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں عشقِ رسولؐ کے کمال کی وجہ سے ہر غیر معمولی اظہار محبت کے موقعہ پر یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش ! یہ الفاظ بھی میری زبان سے نکلتے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مکان کے ساتھ والی چھوٹی مسجد جو مسجد مبارک کہلاتی ہے کی چھت پر اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ہی آپؑ کی آنکھوں سے لگاتار آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ اُس وقت آپؑ کے ایک مخلص دوست نے باہر سے آ کر سُنا تو آپؑ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حسّانؓ بن ثابت کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا اور وہ شعر یہ ہے ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ
فَعَمِیَ عَلَیْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْیَمُتْ
فَعَلَیْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اَے خدا کے پیارے رسولؐ! تُو میری آنکھ کی پُتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مَرے ، مجھے تو صرف تیری ہی مَوت کا ڈر تھا جو واقع ہو گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اِس طرح روتے ہوئے دیکھا تو مَیں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت ! یہ کیا معاملہ ہے اور حضور کو کونسا صدمہ پہنچا ہے؟ تو حضورؑ نے فرمایا : مَیں اِس وقت حسّانؓ بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ '' کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔'' !

اِسی جذبۂ عشقِ رسول کا لازمی نتیجہ تھا کہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی کرنے والوں کو آپ بالکل برداشت نہیں کرتے تھے اور ایسے مواقع پر اپنی غیرت کا برملا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ ایسے ہی مخالفین میں سے آریہ سماج کے ایک لیڈر پنڈت لیکھرام بھی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کے بالمقابل اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گندے سے گندے دلآزار اعتراض کیا کرتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کے دندان شکن جواب دیا کرتے تھے جو بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا اور مباہلہ کے نتیجہ میں حضورؑ کی صداقت کا نشان بن کر اِس دُنیا سے رخصت ہوئے۔

اُن کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی سفر میں ایک سٹیشن پر گاڑی کا انتظار فرما رہے تھے کہ پنڈت لیکھرام کا بھی اُدھر سے گذر ہو گیا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت مسیح موعودؑ اس جگہ تشریف لائے ہوئے ہیں پنڈت جی دُنیا داروں کے رنگ میں آپؑ کے سامنے آئے۔ آپؑ اُس وقت نماز کی تیاری میں وضو فرما رہے تھے پنڈت لیکھرام نے آپؑ کے سامنے آکر ہندوانہ طریق پر سلام کیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ اس پر پنڈت جی نے دوسرے رُخ سے ہو کر پھر دوسری دفعہ سلام کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پھر بھی خاموش رہے۔ جب پنڈت جی مایوس ہو کر لوٹ گئے تو کسی نے یہ خیال کر کے کہ شاید حضورؑ نے پنڈت لیکھرام کا سلام سُنا نہیں ہوگا حضورؑ سے عرض کیا کہ پنڈت لیکھرام آئے تھے اور سلام کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی غیرت کے ساتھ فرمایا کہ :

’’ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے!!‘‘ (سیرۃ المہدی)

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بیوی سے بڑے صاحبزادے تھے اور حضورؑ کی وفات تک انہوں نے بیعت نہیں کی تھی بعد ازاں خلافتِ ثانیہ کے دَور میں جماعت میں شامل ہوئے اُن کا بیان ہے کہ :

’’ایک بات مَیں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور غُصّے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق مَیں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دُہرایا۔‘‘

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عشقِ رسولؐ کی خاطر جس غیرت اور فدائیت کا اظہار فرمایا ہے اس کی نظیر موجودہ زمانے میں کہیں نظر نہیں آتی۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں :-

’’عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اِس دجل کے ذریعہ ایک خلقِ کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دُکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اِس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاکؐ کی شان میں کرتے رہتے ہیں، میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پُتلی نکال پھینکی جائے اور مَیں اپنی تمام مُرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو اِن ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اَے میرے آسمانی آقا! تُو ہم پر اپنی رحمت اور نُصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس اِبتلاءِ عظیم سے نجات بخش۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام)

حضرات! ایسے سچے عاشقِ رسولؐ، اسلام کے فدائی اور غلبۂ اسلام کے مجاہدِ اعظم کو ختمِ نبوت کا منکر قرار دے کر متوازی اور بالمقابل نبوّت کا دعویٰ کرنے والا مشہور کرنا مخالف مولویوں کا جھوٹا پروپیگنڈا ہے جس سے وہ عام مسلمانوں میں اشتعال پیدا کر کے جماعت احمدیہ کے خلاف طوفانِ بے تمیزی برپا کرتے رہتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو یہ فرماتے ہیں کہ ؎

دِگر اُستاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمد

مَیں تو کسی اَور اُستاد کو جانتا ہی نہیں کیونکہ مَیں نے جو کچھ بھی پڑھا ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ ہی سے پڑھا ہے۔ مَیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ شاگرد ہوں۔ اور فرمایا

اُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَۃٍ وَّتَحَنُّنٍ
یَا سَیِّدِیْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

اَے میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم! میری جانب رحمت و شفقت کی نظر فرمایئے۔ مَیں تو آپؐ کا حقیر ترین غُلام ہوں۔ اور فرمایا ؎

ایں چشمہ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

یعنی معارف کا یہ جاری چشمہ جو مَیں مخلوقِ خدا کو دے رہا ہوں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔

پس متوازی اور بالمقابل نبوّت کا دعویٰ تو دُور کی بات ہے، آپؑ تو برملا یہ اظہار فرما رہے ہیں کہ میرا تو کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ ہے وہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مَہ لِقا یہی ہے

اِس تعلق سے آپؑ اپنا حلفیہ بیان دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

’’مَیں اُسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اُس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسمٰعیل سے اور اسحٰقؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریمؑ سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہم کلام ہؤا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور سب سے زیادہ پاک وحی نازل کی، ایسا ہی اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا ہے مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہؤا ہے۔ اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں ہرگز کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجُز محمدیؐ نبوت کے سب نبوّتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمّتی ہو۔ پس اس بناء پر مَیں اُمّتی بھی ہُوں اور نبی بھی اور میری نبوّت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا ایک ظلّ ہے۔‘‘

(تجلیّات الٰہیہ صفحہ ۲۴-۲۵)

اِسی طرح آپؑ فرماتے ہیں :-

’’یہ تمام شرف مجھے صرف ایک نبی کی پیروی سے مِلا ہے جس کے مدارج اور مراتب سے دُنیا بے خبر ہے یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔‘‘

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۲۳)

قارئین! مَیں اپنی تقریر کے آخر میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک جامع نوٹ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاقِ فاضلہ اور شمائلِ حسنہ کے بارے میں ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت رؤف و رحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اَشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جبکہ لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپؑ شیرِ نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو، چشم پوشی، فیّاضی، خاکساری، وفاداری، سادگی، عشقِ الٰہی، محبتِ رسولؐ، ادب بزرگانِ دین ایفاءِ عہد، حُسنِ معاشرت، وقار، غیرت، ہمّت، اُولوالعزمی، خوش رُوئی اور کشادہ پیشانی آپؑ کے ممتاز اخلاق تھے...... مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُس وقت دیکھا جب مَیں دو برس کا بچہ تھا پھر آپؑ میری اِن آنکھوں سے اُس وقت غائب ہوئے جب مَیں ستائیس ۲۷ سال کا جوان تھا مگر مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے آپؑ سے بہتر آپ سے زیادہ خوش اخلاق، آپ سے زیادہ نیک، آپ سے زیادہ بزرگانہ شفقت رکھنے والا، آپ سے زیادہ اللہ اور رسولؐ کی محبت میں غرق رہنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نُور تھے جو انسانوں کے لئے دُنیا پر ظاہر ہُوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خُشک سالی کے بعد اِس زمین پر برسی اور اُسے شاداب کر گئی۔‘‘

(سیرۃ المہدی حصہ سوم، آخری روایت)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ۔ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

☆☆☆

ولادت

خاکسار کے بیٹے عزیزم وسیم احمد عظیم واقف زندگی قادیان کو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مورخہ ۲ جنوری ۲۰۱۰ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ بچی وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچی کا نام ’’ساریہ وسیم‘‘ تجویز فرمایا ہے۔ بچی کے نیک خادم دین بننے و مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کیلئے عاجزانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔ (عبدالعظیم آف عثمان آباد نزیل قادیان)

محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں
خالص سونے کے زیورات کا مرکز
الفضل جیولرز
چوک یادگار حضرت اماں جان ربوہ
فون 047-6213649
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
کاشف جیولرز
گولبازار ربوہ
047-6215747

ارشاد نبویؐ
اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن
(نماز دین کا ستون ہے)
طالب دُعا از: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگو لین کلکتہ 70001
دکان: 2248-5222
2248-16522243-0794
رہائش:: 2237-0471, 2237-8468

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

سیرت طیبہ کا ایک حسین پہلو

عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(مکرم عبدالمؤمن راشد صاحب استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

ارشاد ربانی ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم یعنی تو کہہ دے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اس صورت میں وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(ال عمران آیت ۳۲ تفسیر صغیر)

بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاث من کن فیہ وجد بہن حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرء لا یحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یقذف فی النار۔

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں ہیں جس میں وہ ہوں وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو محسوس کرے گا۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسولؐ باقی تمام چیزوں سے اُسے زیادہ محبوب ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت کرے اور تیسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفر سے نکل آنے کے بعد ہر کفر میں لوٹ جانے کو اتنا ناپسند کرے جتنا کہ وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔

(بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ ۱۲۲)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وحج البیت وصوم رمضان۔

(بخاری کتاب الایمان)

ترجمہ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ اوّل یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے۔ دوسرے نماز قائم کرنا۔ تیسرے زکوٰۃ دینا۔ چوتھے بیت اللہ کا حج کرنا۔ پانچویں روزے رکھنا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ ۲۳۷)

ایک اور حدیث نبوی ہے۔

عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اُس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اُس کے والدین اور اُس کی اولاد سے عزیز نہ ہوں۔

(بخارت کتاب الایمان صفحہ ۱۰۴)

قرآن کریم اور احادیث نبوی سے یہ امر نہایت ہی واضح اور روشن ہے کہ خدا کا محبوب بننے اور اُس کا قرب پانے کیلئے آنحضرت صلعم کی اقتداء واتباع کے ساتھ ساتھ دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر حتیٰ کہ اپنے والدین اور عزیز اولاد سے بھی بدرجہا انتہا آپ سے محبت رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔ چنانچہ اس جہت سے جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو نہ صرف ہم جو آپ کے دل و جان سے پیروکار اور متبع ہیں بلکہ دنیائے اسلام میں بہت سے روشن خیال اور صاحب نظر مفکرین و محققین اس بات کا واشگاف الفاظ میں یہ اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور دل و جان سے محبت کرنے والے نہایت ہی نیک وصالح اور پاک باطن وجود تھے۔ چنانچہ آپؑ کی سیرت طیبہ پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یوں رقم کرتے ہیں۔

”اسلام کی مالی وجانی و قلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی......

(اشاعت السنہ جلد ۷، صفحہ ۱۶۹۔۱۷۰)

☆......سرسید احمد خان صاحب تحریر کرتے ہیں ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کیوں لوگ پیچھے پڑے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ آدمی نیک بخت، نمازی اور پرہیزگار ہیں یہی امر ان کی بزرگداشت کافی ہے۔ (مکتوبات سرسید صفحہ ۲۹۷)

☆......محترم علامہ نیاز فتح پوری صاحب تحریر کرتے ہیں۔

”سب سے بڑا الزام احمدیوں پر یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الرسل ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں مجھے جماعت احمدیہ کا لٹریچر دیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور میں نے جب مرزا صاحب کی تصانیف کا مطالعہ شروع کیا تو میں اور زیادہ حیران ہوا کیونکہ مجھے ان کی کوئی تحریر ایسی نہیں ملی جس سے اس الزام کی تصدیق ہوسکتی بلکہ اس کے برخلاف میں نے ان کو (مرزا صاحب) ختم رسالت کا اقرار کرنے والا اور صحیح معنی میں عاشق رسول پایا۔ اُسی کے ساتھ میں نے حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ یقیناً بڑے عزم ہمت والے انسان تھے۔ انہوں نے مذہب کی صحیح روح کو سمجھ کر اسلام کی وہی عملی تعلیم پیش کی جو عہد نبوی اور راشدین کے زمانہ میں پائی جاتی تھی“۔ (رسالہ نگار سن ۶۱)

موجودہ دور میں بھی بعض نام نہاد علماء بانی جماعت احمدیہ پر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں اور پاکستانی اسمبلی کی غیر اسلامی قرار داد کو آڑ بنا کر عوام الناس کو حق وصداقت کے قبول کرنے سے محروم رکھ کر مورد غضب الٰہی بنا رہے ہیں۔ تفصیل میں نہ جا کر سعید الفطرت علماء اسلام اور محققین سے اپیل ہے کہ وہ محترم علامہ نیاز فتح پوری صاحب کے طریق پر بانی جماعت احمدیہ کی تصنیف و مقدس سیرت کا ذاتی ذوق وشوق سے مطالعہ کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کریں۔ ہمیں امید ہے کہ ایسے تمام علماء علامہ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صحیح معنوں میں عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پائیں گے۔ جو روز روشن کی طرح ایک حقیقت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول:

آپ کا اپنے جان و دل سے پیارے آقا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق تھا وہ عدیم المثال تھا۔ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خدا کے بعد میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر میرا یہ عشق کسی کی نظر میں کفر ہے تو خدا کی قسم! میں ایک سخت کافر انسان ہوں اپنے آقا سے یہ عشق و محبت کا جذبہ بچپن سے آپ کی پاک سرشت میں موجود تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

یعنی یا رسول اللہ! میں تجھ سے مضبوط تعلق رکھتا ہوں اور اُس دن سے کہ میں شیر خوار تھا مجھے تجھ سے محبت ہے آپ ایک اور شعر میں فرماتے ہیں۔

یعنی دونوں جہاں میں میں تجھ سے بے انتہا تعلق رکھتا ہوں۔ تو نے خود بچے کی طرح اپنی گود میں میری پرورش فرمائی ہے۔

آنحضرت صلعم کے نور کا مشاہدہ:

آپ اپنے فارسی منظوم کلام میں بیان فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔

☆......جب سے مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دکھایا گیا۔ تب سے اُس کا عشق میرے دل میں یوں جوش مارتا ہے جیسے آبشار میں سے پانی۔

☆......جب سے مجھے اُس کے حسن کی خبر دی گئی ہے میرا دل اُس کے عشق میں بے قرار رہتا ہے۔

☆......میرا سر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پر نثار ہے اور میرا دل ہر وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہے۔

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کی قسم! میں محمد رسول اللہ کے نورانی چہرہ پر فدا ہوں۔

☆......اس راہ میں اگر مجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے تو پھر بھی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے منہ نہیں پھیروں گا۔

☆......دین کے معاملہ میں میں سارے جہان سے بھی نہیں ڈرتا اس لئے کہ مجھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا رنگ ہے۔

☆......اس کی راہ میں میرا ہر ذرہ قربان ہے کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مخفی حسن دیکھ لیا ہے۔

☆......میں اور کسی استاد کا نام نہیں جانتا میں تو صرف محمد رسول اللہ صلعم کے مدرسہ کا پڑھا ہوا ہوں۔

☆......اور کسی محبوب سے مجھے سروکار نہیں میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناز وادا کا مقتول ہوں۔

☆......اگر میں اس راہ میں سو جان سے قربان ہو جاؤں تو بھی افسوس رہے گا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے شایان نہیں۔

آنحضرت ﷺ کے لئے غیرت:

آپؑ کے دل میں اپنے آقا و مطاع کیلئے بے انتہا محبت بھی تھی اور غیرت بھی رکھتے تھے جس کا اظہار بے خوف وخطر اور بلا لولائم کرتے۔ اپنی اس غیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میری ساری اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔

پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت و نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلائے عظیم سے نجات بخش''۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ترجمہ از عربی عبارت)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں:۔

''جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہوکر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں اُن سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن اُن لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے، ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے اور ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔'' (پیغام صلح صفحہ ۳۰)

آپؑ کی یہ غیرت صرف الفاظ تک محدود نہیں تھی آپ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں آپ نے قومی لیڈروں اور مذہبی راہنماؤں کے سامنے قلبی جذبات و احساس کا برملا اظہار فرمایا۔

آریہ سماج کے لیڈر پنڈت لیکھرام دشمن اسلام تھے۔ اسلام اور بانی اسلام کو گالیاں دینا پیشہ بنایا تھا، ایک دفعہ یہی لیڈر لاہور کے اسٹیشن کے پاس ایک مسجد میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام وضو فرما رہے تھے آپ کے سامنے ہندوانہ طریق پر سلام کرنے کیلئے سامنے آیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا کوئی جواب نہ دیا گویا آپ نے دیکھا نہیں۔ اس پر پنڈت لیکھرام نے دوسرے رخ سے ہوکر پھر دوسری دفعہ سلام کیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر پنڈت لیکھرام مایوس ہوکر لوٹ گئے، کسی نے یہ خیال کر کے کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت لیکھرام کا سلام نہیں سنا ہوگا۔ حضور سے عرض کی کہ لیکھرام آئے تھے اور سلام کر رہے تھے۔ اس پر آپ نے بڑے جلال اور غیرت کے ساتھ فرمایا ''ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے''

یہ تھی آپ کی غیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس جھوٹا اور مفتری ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گستاخ رسول تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

یعنی میری جان و دل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن پر قربان ہیں اور میں آپ کے آل وعیال کے کوچہ کی خاک پر نثار ہوں۔

اسی قسم کا واقعہ لاہور کے جلسہ وچھوالی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آریوں نے لاہور میں جلسہ کیا۔ اور اس میں شرکت کرنے کیلئے مختلف مذاہب کو دعوت دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی درخواست کی کہ آپ بھی اس بین الاقوامی جلسہ کیلئے کوئی مضمون تحریر فرمائیں اور وعدہ کیا کہ جلسہ میں کوئی بات خلاف تہذیب اور دلآزاری کا رنگ رکھنے والی نہیں ہوگی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ کو بہت سے احمدیوں کے ساتھ لاہور روانہ کیا اور ان کے ہاتھ ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں اسلام کے محاسن بڑے دلکش انداز میں بیان کئے گئے تھے۔ مگر جب آریوں کی طرف سے مضمون پڑھنے والے کی باری آئی تو اُس نے وعدہ کی خلاف ورزی کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے پناہ زہر اگلا اور گند اُچھالا۔

جب اس جلسہ کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچی اور جلسہ میں شرکت کرنے والے قادیان واپس آئے تو آپ حضرت مولوی نور الدینؓ اور دوسرے احمدیوں پر سخت ناراض ہوئے اور بار بار جوش کے ساتھ فرمایا کہ جس مجلس میں ہمارے رسول صلعم کو بُرا بھلا کہا گیا اور گالیاں دی گئیں، تم اس مجلس میں کیوں بیٹھے رہے؟ اور کیوں نہ فوراً اٹھ کر باہر چلے آئے؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے اور پھر آپ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ قرآنی آیت پڑھی کہ اذا سمعتم ایٰت الله یکفر بها ویُستهزء بها فلا تقعدوا معهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره

یعنی اے مومنو! جب تم سنو کہ خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیا جاتا اور اُن پر ہنسی اڑائی جاتی ہے تو تم ایسی مجلس سے فوراً اٹھ جایا کرو تا وقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ انداز میں گفتگو کو اختیار کریں۔

معروف و ممتاز صحافی علامہ نیاز فتح پوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی قصیدہ جو آپ نے اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ کی شان میں لکھا ہے متاثر ہوکر تحریر کرتے ہیں:

''یہ قصیدہ اپنی لسانی اور فنی خصوصیات کے علاوہ مرزا صاحب کی رسول اللہ سے والہانہ محبت کے لحاظ سے بھی بڑا پُر اثر ہے۔ (رسالہ نگار اپریل ۶۰ء)

اس عربی قصیدہ میں آپؑ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

اُنْظُرْ اِلَیّ بِرَحْمَۃٍ وَتَحَنّنٍ
یَا سَیّدِی اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ
یَاحِبّ اِنَّکَ قَدْ دَخَلْتَ مُحَبَّۃً
فِی مُھْجَتِی وَمَدَارِکِی وَجَنَانِ
من ذکر وَجْھِکَ یَاحَدِیْقَۃَ بھْجَتِیْ
لم اخل فی لحظ ولا فی ان
جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلاَ
یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیْرَانِ

یعنی اے میرے آقا! میری طرف رحمت اور شفقت کی نظر رکھ۔ میں تیرا ایک ادنیٰ ترین غلام ہوں۔ اے میرے محبوب تیری محبت میرے رگ و ریشہ میں اور میرے دل میں اور میرے دماغ میں رچ چکی ہے۔ میں ایک لمحہ اور ایک آن بھی تیری یاد سے خالی نہیں رہتا۔ میری روح تو تیری ہو چکی ہے مگر میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی تڑپ رکھتا ہے۔ اے کاش! مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی۔

ان اشعار میں جس محبت اور جس عشق اور فدائیت کا جذبہ جھلک رہا ہے کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ عیاں راچہ بیان۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی جماعت کو تاکید۔

آپؑ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال والے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ۔''

(کشتی نوح تصنیف لطیف حضرت مسیح موعودؑ)

آخر میں پھر روشن ضمیر اور غیر متعصب مسلم دانشوروں کے رسالوں میں شائع خیالات کو پیش کرتا ہوں۔ آپؑ کی وفات پر امرتسر کے غیر احمدی اخبار وکیل نے لکھا۔

''مرزا صاحب کے لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے، ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہوکر اڑنے لگا...... اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں ہی مرزا صاحب نے خاص خدمت سرانجام دی ہے...... آئندہ جاری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہوے کہ مرزا صاحب کی یہ تحریر بھی نظر انداز کی جاسکیں۔ (اخبار وکیل امرتسر جون ۱۹۰۸ء)

لاہور کے مشہور غیر احمدی رسالہ'' تہذیب نسواں'' کے ایڈیٹر صاحب نے تحریر فرمایا:

''مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذھباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن ان کی ہدایت اور راہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔''

حرف آخر:

حضرت مسیح علیہ السلام جب اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو عرض کرتے ہیں کہ آقا! جو کچھ مجھے ملا ہے یہ سب کچھ آپ ہی کی طفیل ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ...... اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا ہے۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلعم کی پیروی سے حاصل ہوا ہے۔ اگر میں...... آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں ہرگز کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ کا نہ پاتا۔''

(تجلیات الٰہیہ)

ایک اور جگہ منظوم کلام میں آپؑ فرماتے ہیں:۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

☆☆☆

مکرم شمیم الدین صاحب آف برہ پورہ (بہار) کا ذکر خیر

خاکسار کے سمدھی مکرم شمیم الدین صاحب آف برہ پورہ بہار کے کچھ عرصہ سے دونوں گردے فیل ہو چکے تھے جو علاج و معالجہ کے باوجود ٹھیک نہیں ہو سکے۔ بالآخر اسی بیماری میں آپ ۶ جنوری کو دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ میں دور ونزدیک کے کثیر احباب جماعت شامل ہوئے۔

آپ نے ۱۹۶۷ء میں احمدیت قبول کی اور اپنے خاندان کے اکیلے احمدی تھے۔ قبول احمدیت کے بعد آپ نے شب و روز دعوت الی اللہ کے کاموں میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ان مساعی کو شرف قبولیت بخش کر ثمر آور بنایا اور متعدد سعید روحوں کو آپ کے ذریعہ حلقہ بگوش احمدیت ہونے کی توفیق دی۔

سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے بعد آپ نے مسجد احمدیہ کو آباد کرنے اور صفائی رکھنے کا بیڑا اٹھایا اور جماعت کو منظّم مستحکم اور مستعد رکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ قریباً ۳۵ سال تک آپ جماعت کے سیکرٹری مال رہے اور اس اہم عہدے کا نہایت ایمانداری سے حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ مطالعہ کا شوق رکھتے تھے۔ آپ نے کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت کا بیش قیمت ذخیرہ جمع کیا ہے۔ مخالفین احمدیت نے جب کبھی شور و غوغا کیا آپ نے نہایت صبر اور حوصلہ سے جواب دیا۔ ہر موقع پر ثابت قدمی اور استقامت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ مرکز احمدیت قادیان جلسہ سالانہ کے موقعہ پر متعدد بار تشریف لائے۔ ایک بار ربوہ پاکستان جا کر جلسہ سالانہ میں شمولیت کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ وصال سے قبل آپ قادیان میں عرصہ دو ماہ رہے۔ تبلیغ احمدیت، خدمت اور اپنوں اور غیروں سے حسن سلوک آپ کے نمایاں وصف تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور کمزوریوں سے پردہ پوشی کر کے جنت الفردوس میں جگہ دے۔ پسماندگان میں دیگر اقربا کے علاوہ آپ کی غمزدہ اہلیہ سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ اللہ انہیں صبر جمیل عطاء کرے۔ (عبدالمومن راشد استاد جامعہ احمدیہ قادیان)

مقربان الٰهی کے ساتھ ناروا سلوک
اور
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت

(مکرم محمد یوسف صاحب انور، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

کافر و ملحدو دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے

اللہ تعالیٰ نے آغاز تخلیق انسانی سے ہی اسے راہنمائی ہدایت اور صراط مستقیم پر چلانے کیلئے انبیاء و مرسلین کا سلسلہ بھی جاری فرمایا۔ چنانچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب بھی خدا کی طرف سے ہدایت اور رہبری کیلئے نبی، رشی، منی، اوتار، پیغمبر آئے تو انہیں ستایا گیا تنگ کیا گیا اوران سے تمسخر کیا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

یاحسرۃ علی العباد مایاتیھم من رسولٍ الا کانوابه یستھزؤن

یعنی بندوں پر کیا ہی افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہیں کیا۔ ناشکرے دنیاداروں کا یہ ایک بندھا ہوا قانون ہے کہ وہ اپنے سچے محسن اور اپنے مخلص بہی خواہ کے ساتھ ضرور بدسلوکی کیا کرتے ہیں۔ انبیاء اور رسولوں سے بڑھ کر انسان کا خیر خواہ اور کون ہوسکتا ہے۔ کوئی تو آرے سے چیرا گیا۔ کسی کو ڈھیلوں سے مارا کر زخمی کیا گیا۔ کسی کو جلاوطن کیا گیا۔ حضرت رسول کریم صلعم فرماتے ہیں کہ دنیا میں جتنے نبی آئے سب ستائے گئے لیکن میں سب سے بڑھ کر ستایا گیا۔ آپ سب سے بڑھ کر بنی نوع انسان کے خیر خواہ تھے۔ پیغمبروں کے سچے نائب و جانشین، اولیاء کرام بھی خدا کے ناشکرے بندوں کے ہاتھوں سے بہت ستائے گئے ہیں۔

سچے خیر خواھوں کو بے انتھا ستایا گیا:

اہل اسلام میں شاید ہی ایسا ولی اللہ گزرا ہوگا جس کو غیر تو جانے دو خود مسلمانوں ہی نے نہ ستایا ہو۔ خلفائے راشدین کو گالیاں دینے کو ثواب سمجھنے والے ہنوز لاکھوں موجود ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے کوئی ظلم و تعدی سے نہ بچا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو کمبختوں نے جاہل، بدعتی، زندیق، کافر تک کہا۔ قید خانے میں قید کر کے آپ سے اینٹ گننے کا کام لیا گیا۔ آخر کو وہ قید خانے ہی میں زہر دیئے گئے۔ ابوعبد اللہ محمدؐ بن ادریس شافعیؒ کو موزیوں نے اضرّ من ابلیس کہا۔ رافضی نام رکھا۔ یمن سے بغداد تک بے عزتی کے ساتھ قید کر کے بھیجے گئے۔ راہ میں لوگ انہیں گالیاں دیتے جاتے تھے۔ ابوعبداللہ امام مالک بن انسؓ پر اسقدر ظلم کیا گیا کہ پچیس برس تک جمعہ و نماز باجماعت کے لئے باہر نہ نکل سکے۔ ذلت کے ساتھ قید کئے گئے۔ ایسی بے رحمی کے ساتھ لوگوں نے ان کی مشکیں باندھیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا، اونٹ پر کھڑا کر کے پھرایا گیا۔ اور ایک مسئلہ سے انکار کرنے کی وجہ سے ستر کوڑوں سے مارے گئے اور قید رکھے گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل ۲۸ ماہ قید رہے۔ بھاری بھاری زنجیریں ان کے پاؤں میں ڈالی گئیں۔ ذلیل کرنے کیلئے مجلسوں میں بلائے گئے اور لوگ اُن کو طمانچے مارتے اور منہ پر تھوکتے۔ ہر شام کو جیلخانہ سے نکال کر کوڑے مارے جاتے۔ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنے وطن سے نکالے گئے۔ جب سمرقند پہنچے تو سمرقند والے بھی اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ وہ سمرقند میں رہیں۔ تو آپ نے تہجد کی نماز میں دُعا کی کہ خداوند دنیا مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ تو اب مجھ کو اپنی طرف بلالے۔ پس انہوں نے اسی ماہ میں انتقال فرمایا۔ قطب الاقطاب بسطامی رحمہ تعالیٰ شہر بسطام سے سات مرتبہ نکالے گئے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی کی (جن کو قوم نے سلطان العارفین کا خطاب دیا تھا) تکفیر کی گئی۔ شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادرؒ کو فقہانے کافر کہا۔ ابن جوزی نے اُن کے خلاف ایک کتاب تصنیف کی۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ جو شیخ اکبر کہلاتے ہیں ان کو نہ صرف کافر بلکہ اکفر کہا گیا بلکہ علماء زمانہ نے یہ فتویٰ دیا کہ اُن کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بڑھ کر ہے اس پر بھی صبر نہ کیا بلکہ ان کے کل ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ پھر بھی دل کی ٹھنڈک نہ ہوئی۔ تب یہ لکھا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ کافر اور پھر جو کفر میں شک کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر۔ حضرت مولوی جلال الدین رومی صاحب مصنف مثنوی شریف، مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ فرید الدین عطار کے کافر کہنے والے مسلمان سوترہ میں ابھی تک موجود ہیں۔ حجۃ الاسلام مولانا ابو حامد غزالیؒ مصنف احیاء علوم الدین و کیمیائے سعادت کافر ٹھہرائے گئے اور ان کی کتابوں کو جلا دینا اور ان پر لعنت کرنا ثواب سمجھا گیا۔ ایک شخص نے امام غزالیؒ کو لکھا کہ آپ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے تو اس کے جواب میں حضرت نے لکھا کہ ”حاسدوں کی باتوں پر خیال نہ کر اور جاہلوں کے لعن طعن سے رنجیدہ مت ہو۔ اے برادر! ذلیل جان اس آدمی کو جس کا لوگ حسد نہ کریں اور حقیر سمجھ اُس شخص کو جس کو لوگ کافر اور گمراہ نہ سمجھیں یہ طویل داستان ہے مختصر یہ کہ کوئی سچا خیر خواہ ہو ہی نہیں سکتا جو ستایا نہ جائے۔ یہ بالکل درست بات ہے کہ اہل اسلام کے اولیائے کرام کے ساتھ خود مسلمانوں نے جو سلوک کیا ہے اس کو اگر لکھا جائے تو ایک بہت ہی بڑی کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

پاک اور خالص بندوں کو تکالیف اور مصائب کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ھے؟

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک اور خالص بندوں کو ایسی تکلیف اور مصیبت میں کیوں ڈال دیتا ہے......؟ چاہئے تو یہ تھا کہ جس قدر متقی اور پرہیزگار ہوتا وہ اسی قدر مقبول خلائق ہوتا۔ سب لوگ اس کی قدر وعزت کرتے اور ہر طرح کے آرام اور عافیت سے اس کی زندگی بسر ہوتی تا سب کی آنکھوں میں نیکی کی عمدگی ظاہر ہوتی۔ ہر شخص کھلم کھلا دیکھ لیتا کہ خدا سے ڈرنے والے دونوں عالم میں خوش اور باعزت رہتے ہیں کاملین اور مقبولین کا نشانہ آفت و مصیبت و بدنامی و ذلت ہونا انسان کو وسوسے میں ڈالتا ہے اور اس سے ایک قسم کی گمراہی پھیلتی ہے۔ چھوٹی سمجھ کے آدمی سمجھنے لگتے ہیں کہ دغابازی، فریب، بے ایمانی، ظلم، شرک و بدعت ہی عمدہ کام ہیں کیونکہ اس قسم کے آدمی خوشحال رہتے ہیں اور دنیاداری اور کامیابی ان کو نصیب نہیں ہوتی ہے۔ اس اعتراض کے جواب پر خوب غور کرنا چاہئے۔

یہ جھاں دارالامتحان ھے:

یہ جہاں دارالامتحان ہے۔ اس عالم میں سب باتیں کھول کر دکھائی نہیں جاتیں۔ سب چیزوں کی اصل حقیقت کے ظاہر ہونے کا عالم دوسرا ہے۔ یہاں کا کڑوا اُس عالم میں میٹھا ہوگا۔ اور یہاں کا میٹھا وہاں کڑوا ہوکر ظاہر ہوجائے گا۔ یہاں سب چیزوں پر ایک قسم کا پردہ ہے۔ مالک نے بہشت کے اوپر رنج و مصیبت کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ اور دوزخ کے اوپر خوشی اور چین کا غلاف چڑھا دیا ہے۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اسی عالم میں اس قدر تیز ہیں کہ پردہ غلاف سے پار ہوکر بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتی ہیں۔ بدنصیب ہے وہ جو شراب کی چمک دمک اور سرور کو دیکھ کر لوٹ پوٹ ہوجاتا ہے۔ اور مبارک ہو اُس کو جو اسی عالم میں شراب میں دوزخ کی بدبو محسوس کرتا ہے۔ خدا کے پیارے بندے ستائے جاتے ہیں لیکن نہ اس لئے کہ وہ برباد اور غارت ہوں۔ جس طرح قوم عاد اور ثمود ہوئی بلکہ اس لئے کہ ان کے روحانی قویٰ شگفتہ ہوں۔ اُن کی مدارج کی ترقی ہو۔ اُن کے وجود میں جو خوبیاں چھپی ہوئی ہیں وہ کھل پڑیں۔ وہ رگڑے جاتے ہیں جیسے صندل کہ اس کی خوشبو پھیلے وہ پیسے جاتے ہیں۔ جیسے مہندی کہ اس کی عزت بڑھے اور معشوق کے ہاتھ میں لگائی جائے۔ وہ سرنگوں کٹے جاتے ہیں اور ظاہری ذلت میں آلودہ ہوتے ہیں جیسے گیہوں کو زمین میں ڈال کر کسان اس کو گرد آلودہ کردیتا ہے تا بارآور درخت ہوکر بڑھے اور سینکڑوں گیہوں کی صورت میں ظاہر ہو اور کسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔ خدا کی راہ پر چلنے والے بالاتفاق اس بات کی بشارت دیتے ہیں کہ رنج و مصیبت اٹھانا، دنیاداروں کے ہاتھ سے ذلیل ہونا ناحق کافر کہلانا، بہتان اور تہمتوں کا نشانہ بننا ان کو خدا سے قریب کرتا رہا ہے۔ جوں جوں ان پر ناحق ظلم کیا جاتا ہے اُس قدر وہ رحمت الٰہی کے جوش کو اپنی طرف دیکھتے تھے۔

مصائب و مشکلات پاک بندوں کو خدا کے اور قریب کرتے ھیں:

یہ بات درست ہے کہ دنیاداروں نے خدا کے پیارے کو نہایت بے رحمی سے کوڑے مارے ہیں لیکن اندرونی روحانی سرور نے ان کو کوڑے کی چوٹ سے بے پرواہ کردیا ہے۔ وہ دار پر چڑھائے جاتے ہیں۔ مارے جاتے ہیں لیکن وہ اپنے محبوب ازلی کی روحانی عنایتوں کو بارش کی طرح اپنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور ظالموں کے غصے کو اور بھڑکاتے ہیں۔ ظالم حیران ہوتے ہیں کچھ سمجھ نہیں سکتے تو کہنے لگتے ہیں یہ شخص دیوانہ ہے ہاں بے شک دیوانہ ہے۔ لیکن کس کا دنیا کا نہیں خدا کا۔ خداوہ دیوانگی سب کو نصیب کرے۔

خیر خواھی میں اضافہ:

یہ بات واضح ہے کہ ظاہری مصیبتیں بلائیں، ذلتیں جو خدا کے برگزیدہ بندوں پر آتی ہیں۔ وہ بجائے اس کے کہ ان کے جوش کو دبادیں، ان کی قومی ہمدردی و بنی نوع انسان کی خیرخواہی کے ولولہ کو مردہ کردیں اور بھی اُس جوش کو بڑھاتی اور اُبھارتی ہیں۔ اُن کا پاک جوش وہ چراغ نہیں جو پھونک سے بجھ جائے بلکہ وہ دھکتی ہوئی آگ ہے جس کو مخالفت کی ہوا اور تیز تند کرتی ہے مخالفین اپنی بے جا مخالفت سے اس کی ہمت کو اور بلند کرتے ہیں۔

مخالفین انہیں گندی گالیاں دے کر، ان پر بہتان باندھ کر، ان کی تکفیر کر کے، ان بزرگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم کس درجہ کی تباہی اور ذلت کو پہنچ گئے ہیں جو ایسا ذلیل کام کررہے ہیں۔ اپنی قوم کی اس ذلیل حالت کو دیکھ کر اُن رحم دل بندوں کا دل اور کڑھتا ہے اور وہ خدا کے پاس اپنے ظالموں کیلئے رو رو کر دعائیں کرتے ہیں۔ آخر ان کی اندھیری راتوں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ابر رحمت برس کر ساری قوم کو نئی زندگی بخشتا ہے وہ جو دُشمن شدید تھے جان نثار دوست بن جاتے ہیں۔

اہل عرب کی حالت، ان کا معاندانہ جوش اور ان کی آخر کو ایک عجیب کایا پلٹ، ایک نہایت ہی قابل غور نمونہ ہے۔

خدا کے انبیاء روحانی ڈاکٹر ھوتے ھیں:

پیغمبران خدا اور مصلحانِ قوم خدائی حکیم وطبیب ہیں جو اس عالم میں روحانی امراض کے دور کرنے کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر مریض مکاری کا جامہ پہن کر رہ جائیں اور اپنے چھپے ہوئے زخموں کو نہ دکھائیں تو حکیم وطبیب سخت دھوکہ میں رہ جائیں۔ اس لئے رحمت الٰہی مخالفت کی ہوا کو ایسی تیز کردیتی ہے کہ مکاری و ریاکاری کا پردہ اُڑ جاتا ہے اور وہ جو بڑے مقدس کہلاتے تھے اس ہوا سے ٹکر کھا کر اپنی چھپی ہوئی گندگی کو ظاہر کردیتے اور اپنے باطنی کمینہ پن کو سارے جہان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مصلحانِ قوم کا دل

اس افسوسناک حالت کو دیکھ کر ایسا کڑھتا ہے کہ اس کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے۔ جن کی طینت میں رحم دلی اور شفقت کا مادہ نہیں۔ کیا ماں اپنے بچے کے مہلک مرض کو دیکھ کر سکھ کی نیند سو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں ۔تو جان لینا چاہئے کہ سچے مصلحان قوم کے دلوں میں اللہ پاک رحم مادری کی طرح رحمت و شفقت علی الخلق رکھ دیتا ہے ۔یہ نیک بندگانِ خدا قوم کے لئے اسی طرح روتے اور بیقرار ہوتے ہیں جیسے ماں اپنے نہایت ہی مریض بچے کیلئے روتی اور کلپتی ہے۔

مصلحان خدا کے سخت الفاظ میں بھی محبت و شفقت:

یہ بات بھی درست ہے کہ کبھی کبھی مصلحانِ قوم اپنی قوم کو بعض وقت بہت ہی سخت الفاظ میں مخاطب کرتے ہیں لیکن ان سخت الفاظ کے اندر محبت و شفقت بھری رہتی ہے۔ کیا والدین اپنی نالائق اولاد کو برا بھلا نہیں کہتے ۔لیکن کیا جس حالت میں وہ سخت الفاظ میں اولاد کو غیرت دلاتے اور دل دکھانے والی باتیں کہتے ہیں تو کیا اُس وقت اُن کے دلوں سے دردِ فرزندی دور ہو جاتا ہے؟ نہیں بلکہ اُسی درد فرزندی کی وجہ سے اُن کے الفاظ تیز ہوتے ہیں ان کی زبان سے تو غصہ بھرے ہوئے الفاظ نکلتے ہیں لیکن دل اُن کا روتا ہے۔ بعض اوقات مصلحانِ قوم عمدہ سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں، انتقام کی غرض سے نہیں بلکہ اُس پاک ارادے کی وجہ سے کہ شاید ان سخت لفظوں سے بھی کسی مردہ میں جان آوے۔ بے غیرت ہیں غیریت پیدا ہو جب کبھی بچہ جو ماں کے پیٹ میں زندہ تھا پیدا ہونے کے بعد مردہ معلوم ہوتا ہے تو ڈاکٹر اس بچے کے اوپر پہلے گرم پانی کا چھینٹا مارتا ہے اور اس طور سے بار بار گرم و سرد پانی کے چہرے پر پڑنے سے اکثر بچے ہوش میں آجاتے ہیں۔ مصلحانِ قوم بھی اسی قسم کے ڈاکٹر ہیں جو اپنے تیز اور دل دُکھانے والے الفاظ کے گرم اور میٹھے اور پیارے اور درد بھرے الفاظ کے سرد چھینٹوں کو مار کر اپنی مردہ قوم کو زندہ کرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ان ڈاکٹروں کے ذریعے سے زندہ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر کا جلایا ہوا پھر ایک دن مر جاتا ہے لیکن ان روحانی ڈاکٹروں کا زندہ کیا ہوا انسان کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہو جاتا ہے۔

مخالفین اسلام کا اعتراض:

مخالفین اسلام کا ایک بہت بڑا اعتراض یہ ہے کہ اگر پیغمبران خدا اور مصلحان قوم انسان کی امراض روحانی کے طبیت یا ڈاکٹر ہیں تو کیا اس جہاں میں کوئی مرض روحانی نہ رہا جو سلسلہ نبوت کو اللہ نے ختم کر دیا۔ اگر گمراہی باقی ہے تو ہادی کی بھی ضرورت ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ زمینی ہادی سے کام نہیں چلتا۔ اس کے لئے گمراہی کی گھنگور تاریکی کو دور کرنے کیلئے آسمان سے نازل ہونے والے ہادی کی ضرورت ہے جو آسمانی نور لا کر زمین کو روشن کرے۔ پھر پیغمبروں کا سلسلہ کیوں بند کیا جاتا ہے۔ کیا حضرت محمد صلعم کی بعثت سے پہلے اللہ اپنے بندوں پر مہربان تھا جو ان کی ہدایت اور اُن میں روحانی زندگی کی روح پھونکنے کیلئے اپنے پاک بندوں کو آسمان سے بھیجا کرتا تھا اور حضرت محمد صلعم کی رحلت کے بعد وہ اپنے بندوں پر رحم نہ رہا۔

اس اعتراض کا جواب:

اس اعتراض پر غور کرنا چاہئے ۔ختم رسالت سے یہ سمجھنا کہ اللہ اپنے بندوں کی ہدایت نہیں کرنا چاہتا ہے اور اب وہ رحمٰن وہ رحیم نہ رہا سراسر غلط ہے۔ دین اسلام میں اس کی تعلیم کسی جگہ نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ۔(ابوداؤد)

یعنی اللہ تعالیٰ اس اُمت کیلئے ہر صدی کے سرے پر بالضرور ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو ان کے لئے دنیا کی تجویز کرے گا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ہادیانِ قوم و مصلحانِ بنی آدم کے بابرکت وجود سے کبھی دنیا محروم نہ رہے گی ۔ ہاں ختم رسالت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ہادی جو نبی اور رسول کہلاتے ہیں جو شریعت لاتے ہیں ۔جن پر کتاب نازل ہوتی ہے وہ اب نہ آئیں گے اور اس کی وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ایسے ہادیوں کی اب ضرورت نہیں رہی۔ اللہ پاک نے اپنے بندوں کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے ایسی کتاب بھیج دی جس میں کل عمدہ باتیں جو انسان کیلئے درکار ہیں موجود ہیں ۔ جن میں حکمت اور دانائی کی سب باتیں بھری ہوئی ہیں اور جو ہر لیاقت اور قابلیت کے آدمی کیلئے کافی ہادی ہیں ۔عرب کا ادنیٰ درجے کا بدو جس طرح اس کتاب پاک سے فائدہ پا سکتا ہے اسی طرح اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا حاکم یا فلاسفر اس سے نفع اُٹھا سکتا ہے۔ بلکہ وہ اس کے کمال و خوبیوں کا عاشق زار ہو سکتا ہے۔ کوئی صداقت اس کتاب سے باہر نہیں وہ ایسی کتاب ہے جو روحانی تاثیر سے بھری ہوئی ہے جو آدمی اس کو ادب وغور سے پڑھتا ہے وہ اس کے دل پر ایک برقی اثر پیدا کرتا ہے اور اس طرح اس کے اخلاقی قویٰ میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے ۔مخالف اسلام بھی قائل ہیں کہ قرآن کریم نے عرب کی اخلاقی حالت پر ساحرانہ اثر پیدا کر دیا تھا بلاشبہ یہ کتاب انسان کے باطن سے خباثت اور پلیدی کو دُور کرتی ہے۔ اور اس کو تاریکی سے نور کی طرف لے جاتی ہے۔ اُس پاک کتاب میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔ ہر بات کیلئے اس میں دلیل بھی ہے۔ غرض وہ ایسی بے نظیر و بے مثل کتاب ہے کہ اگر سارے جہاں کے آدمی یا کل جنات ملکر بھی ویسی کتاب بنانا چاہیں تو ہرگز نہیں بنا سکیں گے ۔غرض جب خدا نے ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں انسان کیلئے جتنی روحانی نعمتیں درکار تھیں سب موجود ہیں اور جس میں دین کامل ہو کر نظر آتا ہے جو ایسا نسخہ ہے کہ جس میں ہر روحانی مرض کیلئے شفاء ہے تو اب کسی نبی اور رسول کی ضرورت ہی کیا رہی جو کام تھا وہ پورا ہو گیا۔

اسلام میں مجددین کا سلسلہ

حدیث میں ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ۔(ابوداؤد)

یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اندر ہر صدی کے سر پر کسی ایسے شخص کو مبعوث کیا کرے گا جو ان کی غلطیوں کی اصلاح کیا کرے گا جو درمیانی عرصہ میں پیدا ہو چکی ہوں گی اور مسلمانوں کو نئی زندگی بخشا کرے گا۔ چنانچہ وعدہ کے موافق ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ ظاہر ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے قرآن شریف کی اصل تعلیم اور اسلام کی حقیقی روح کا حسب ضرورت زمانہ انکشاف ہوتا رہا ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی۔ حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی ۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ حضرت سید احمد سے بریلوی وغیرہ رحمھم اللہ اجمعین اس مقدس جماعت میں ہیں۔

مسیح موعود و مہدی معہودؑ کا ظہور:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے کے متعلق خصوصاً یہ خوشخبری دی ہے کہ چودھویں صدی کے شروع میں حضرت امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا چنانچہ بخاری کتاب التفسیر سورہ جمعہ میں حدیث ہے جس کا ترجمہ یوں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلعم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اللہ کی آیت واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم پڑھی جس کے معنی یہ ہیں کہ ’’کچھ بعد میں آنے والے بھی ان صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے‘‘ تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے ۔حضورؐ نے اس سوال کا جواب نہ دیا۔ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال دوہرایا۔ حضرت سلمان فارسی بھی بیٹھے تھے ۔آنحضرت صلعم نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا تو ان لوگوں میں سے ایک یا کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے۔ (یعنی آخرین سے مراد ابنائے فارس ہیں جن میں سے مسیح موعود ہوں گے اور ان پر ایمان لانے والے صحابہؓ کا درجہ پائیں گے)

مسند احمد صفحہ ۱۵۶۰ کی حدیث ہے ترجمہ یوں ہے تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ انشاء اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کا زمانہ پائے گا وہی امام مہدی اور حکم و عدل ہوگا جو صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ بخاری کی حدیث جو مسلم اور مسند احمد میں بھی آتی ہے ترجمہ یوں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہوگا۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے وہ تمہاری امامت کے فرائض انجام دے گا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے استعارۃ آنحضرت صلعم کی دوسرے بعثت کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آیت کا کوئی ظل اور بروز مبعوث کیا جائے گا جس کا آنا گویا آپ کا آنا ہو اور جو آپ سے فیض پا کر آپ کے قدم پر آپؐ کی امت کی اصلاح کا کام کرے اور یہی مہدی ہے۔

آنحضرت صلعم نے اس آخری زمانہ کے متعلق ایک خطرناک فتنہ کی پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ اسلام کی حالت بہت کمزور ہوگی مسلمان نام کے رہ جائیں گے ہر طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے ہوں گے۔ دجال کا زور ہوگا اندرون طور پر مسلمانوں کے مابین اختلافات بیدار ہو جائیں گے غرض اسلام کی کشتی ایک خطرناک طوفان کے اندر گھری ہوئی ہوگی اُس وقت اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدیؑ کو مبعوث کرے گا جو کہ بروقت تجدید دین کا کام کرے گا۔

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ:

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خدا سے الہام پا کر یہ دعویٰ کیا کہ میں مسلمانوں کے واسطے مہدی ہوں عیسائیوں کے لئے مسیح ہوں اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں۔ اور دوسری قوموں کے لئے ان کا موعود ہوں اور خدا نے مجھے اس زمانہ میں دنیا کی روحانی اصلاح کے واسطے مبعوث کیا ہے۔ مگر خدا کی قدیم سنت کے مطابق ابھی تک تھوڑے ہیں جنہوں نے آپ کو قبول کیا ہے اور بہت ہیں جنہوں نے مخالفت کی اور کر رہے ہیں لیکن خدا نے آپ کے متعلق فرمایا:

’’دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔‘‘

یہ عجیب اتفاق ہے ہندوستان مذاہب کا جولا نگاہ رہا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جس میں اتنے مذاہب پائے جاتے ہوں۔ خاص طور سے ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں یہ مذاہب کا مرکز ہے عیسائیوں کا یہاں زور ہے آریوں کا زور ہے۔ سکھوں کا زور ہے برہمو سماج کا زور ہے دیو ساج کا زور ہے غرض کوئی ایسا مذہب نہیں جو زندگی کے کچھ آثار اپنے اندر رکھتا ہو اور پنجاب اس سے خالی ہو۔

پس پنجاب ہی اس بات کے مناسب حال تھا کہ مسیح موعودؑ کو اس میں مبعوث کیا جائے ۔تمام مذاہب نے حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کی اور سب نے ناخنوں تک زور لگایا کہ آپ کو نعوذ باللہ اپنے مشن میں ناکام کیا جائے اور ذلیل کیا جائے تمام حربے بروئے کار لائے گئے لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے تمام منصوبے اور مذموم ارادے خاک میں ملا دیئے۔ اور آپ کی بھرپور

(باقی صفحہ 23 پر ملاحظہ فرمائیں)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی
"آہ نادر شاہ کہاں گیا"
کا مہتمم بالشان ظہور

(مکرم سید قیام الدین برق صاحب مبلغ سلسلہ)

سن ۱۹۳۳ء کی بات ہے کہ ایک مرتبہ شہر بنارس سے مخالفین نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک ٹریکٹ نکالا۔ اُس میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو پرکھنے کیلئے ایک یہ معیار قرار دیا کہ "پیغمبر وحی الٰہی سے جو خبر دیتا ہے اور جو پیشگوئی کرتا ہے وہ حرف بحرف سچی نکلتی ہے" اس معیار میں حرف بحرف پورا ہونے کی شرط محض غلط ہے جو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام پر اعتراض کرنے کی خاطر اپنے پاس سے گھڑی گئی ہے کیوں کہ قرآن وحدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کی پیشگوئی کا جو مطلب خدا کو منظور ہوتا ہے اُس کے مطابق وہ پوری ہوتی ہے نہ کہ مخالفوں کی سمجھ اور ان کے بنائے ہوئے مطلب کے لحاظ سے۔ اگر حرف بحرف پورا ہونا ضروری ہوتا تو خدا تعالیٰ کیوں یہ فرماتا کہ لا یخلف اللہ وعدہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ یعنی خدا تعالیٰ تو اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا بلکہ پورا کرتا ہے لیکن اکثر لوگ پھر بھی نہیں جانتے۔

اور پھر پہلے نبیوں کے مخالف ان نبیوں پر کیوں اعتراض کرتے کہ اُس کی پیشگوئیاں پوری نہیں ہوتیں اور اگر حرف بحرف پورا ہونا ضروری ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیشگوئی عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا (کہ خدا تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لائے گا) کے مطابق وہ سب تو نہ آئے بلکہ اُلٹا حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہی جانا پڑا معلوم ہوا پیشگوئی ہمیشہ اپنے مطلب اور غرض کے لحاظ سے پوری ہوتی ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی خدا تعالیٰ نے دُشمن احمدیت کو اُس کے اپنے معیار کی رُو سے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی صداقت کا تازہ ثبوت دکھا دیا یعنی ۱۰ رجب کو خود ساختہ معیار قائم کرنے والا ٹریکٹ لکھا گیا اور ۱۹ رجب کو حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی

"آہ نادر شاہ کہاں گیا" حرف بحرف پوری ہوگئی۔ سبحان اللہ۔

اب آگے راقم الحروف سرزمین کابل میں ظاہر ہونے والی اس تابندہ روشن پیشگوئی کی تفصیل اور حقیقت کو سیدنا فضل عمر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان فرمودہ ایک خطبہ (۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء) کی روشنی میں ہی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

فرمایا:

سرزمین کابل کی خصوصیت:

"کابل کی سرزمین اس امر میں خصوصیت رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تازہ نشانات اس میں پے در پے ظاہر ہو رہے ہیں شاید ہندوستان کے بعد وہ دوسرا ملک ہے جس کے متعلق اس قدر کثرت سے اخبار غیبیہ اللہ تعالیٰ کے مامور اور مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے شائع کرائی گئی ہیں"۔

حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی پیشگوئی:

ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ مجددیت بھی نہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاتان تذبحان کا الہام کر کے کابل میں ان دو خونوں کی خبر دی۔ جو ناحق اور بلا سبب وہاں کئے جانے والے تھے یعنی اوّل مولوی عبدالرحمٰن صاحب شاگرد صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا قتل اور پھر خود صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا قتل۔

دوسری پیشگوئی:

جب یہ پیشگوئی ۱۹۰۳ء کو تکمیل کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے متعلق پھر خبر دی کہ اب تین اور آدمی سلسلہ احمدیہ کے شہید کئے جائیں گے۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۹۰۶ء کا الہام ہے "تین بکرے ذبح کئے جائیں گے" یہ الہام ۱۹۲۴ء میں آکر پورا ہوا جبکہ امیر امان اللہ خان صاحب کے عہد میں دوبارہ احمدیوں پر ظلم شروع ہوا اور پہلے جماعت احمدیہ کے مبلغ مولوی نعمت اللہ صاحب امیر امان اللہ خان کے حکم سے صرف اس جرم میں کہ وہ احمدی تھے اور احمدیت کی تبلیغ کرتے تھے، سنگسار کئے گئے اور اُن کے چند ہفتے بعد مولوی عبدالحلیم صاحب و ملا نوری صاحب اسی جرم میں شہید کئے گئے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ دونوں الہاموں میں شہیدوں کا نام بکرا رکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بکرا ایک بے ضرر جانور ہے اور اس میں شر کا مادّہ بالکل نہیں ہوتا۔ اس نام سے درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ پانچوں قتل ناحق اور ظالمانہ ہوں گے اور صرف صداقت اور حق کیلئے بطور قربانی کے اُن کی بھینٹ چڑھائی جائے گی۔

ظالمانہ قتلوں کا نتیجہ:

ان ظالمانہ قتلوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے تو امیر حبیب اللہ خان جنہوں نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو شہید کیا تھا، اپنے ہی رشتہ داروں کی سازش سے قتل کئے گئے اور پھر امیر امان اللہ خان جنہوں نے مؤخر الذکر پیشگوئی کو پورا کیا تھا اور تین بے قصور احمدیوں کو ظالمانہ طور پر مروا دیا تھا، ایک بچہ سقہ کے ہاتھ سے کہ جو ایک معمولی سپاہی کی حیثیت رکھتا تھا، اور صرف تین سو ہمراہیوں کے ساتھ کابل پر حملہ آور ہوا تھا بری طرح شکست کھا کر اپنا ملک چھوڑنے کیلئے مجبور ہوئے اور ایک طاقتور بادشاہ ہونے کے باوجود، توپوں اور گولہ بارود کے انباروں کے ہونے کے باوجود نسبتاً کمزور اور نہتی فوج کے ایک دستہ کے مقابلہ میں وہ اپنا تخت نہ سنبھال سکے اور بعد اس کے کہ یورپ کے ہر ملک میں ان کا شاندار استقبال ہوا تھا، وہ ایک مسافر کی حیثیت میں اٹلی کے ایک گوشہ تنہائی میں اپنی زندگی کے آخری دن گزارنے پر مجبور ہوئے۔

تیسری پیشگوئی:

گو حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ کے ساتھ ابتداء میں صرف تین سو سپاہی تھے لیکن امیر امان اللہ خان کے کابل چھوڑنے کے بعد اس کے گرد ایک بڑا لشکر جمع ہوگیا اور اُدھر امیر امان اللہ خان نے بھی قندھار کا رُخ کیا تا کہ وہاں کے قبائل کو جمع کرکے اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ملک میں خانہ جنگی کی آگ پھیل گئی اور اس خانہ جنگی میں ہزاروں آدمیوں کا خون ہوا حتیٰ کے عام طور پر ایک لاکھ آدمیوں کے مارے جانے کا اندازہ کیا جاتا ہے اور اس طرح ایک تیسری پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوری ہوئی جس کے یہ الفاظ تھے کہ "ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مریں گے" (۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

کابل میں طوائف الملوکی:

اس وقت لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ اب افغانستان کی منظم حکومت کا خاتمہ ہے، ایک جاہل اور ان پڑھ آدمی جسے سیاست اور تنظیم کا کچھ بھی علم نہیں برسر حکومت آگیا ہے، نتیجہ یہی ہوگا کہ ملک میں آئے دن لڑائی اور فساد ہوتا رہے گا اور حکومت افغانستان ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اپنی ہمسایہ طاقتوں میں مدغم ہوجائے گی لیکن خدا تعالیٰ کا کلام پچیس سال پہلے اس فتنہ کو دور کرنے کیلئے ایک اور شخص کو منتخب کر چکا تھا جو بدامنی کی حالت کو بدل کر افغانستان میں از سر نو امن اور طوائف الملوکی کو دُور کرکے پھر ایک منظم حکومت قائم کرنے والا تھا اور یہ شخص جرنیل نادر خان تھا جو اس فتنہ کے وقت فرانس میں بیمار پڑا ہوا تھا۔ چونکہ نادر خان ایک ذہین جرنیل تھا، بچہ سقہ کی بغاوت کے وقت ان کو بلانے کی پوری کوشش کی گئی لیکن ان کی بیماری نے ان کو سر اُٹھانے کی مہلت نہ دی اور وہ امیر امان اللہ خان کی امداد کیلئے وقت پر روانہ نہ ہوسکے اور ایسا ہو بھی کس طرح سکتا تھا جبکہ خدا تعالیٰ کا منشاء کچھ اور تھا۔

نادر شاہ کے متعلق پیشگوئی کی تشریح:

وہ پیشگوئی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ نے ۱۹۰۵ء میں شائع کی تھی اور دو الہاموں پر مشتمل تھی۔ یہ الہام آپ کو ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو ہوئے تھے اور ان کے الفاظ یہ تھے (۱) مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ (۲) آہ نادر شاہ کہاں گیا"۔ اوّل الذکر الہام درحقیقت قرآن کریم کی ایک آیت ہے اور جنگ بدر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس جنگ میں مکہ کے تجربہ کار جرنیل اپنی ساری طاقت لیکر باہر نکلے تھے اور ایک ہزار جنگجو سپاہی ان کے ساتھ تھے، اس کے مقابل پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت ہی مختصر لشکر تھا یعنی کل تین صد تیرہ آدمی تھے اور ان میں سے بھی اکثر ناتجربہ کار تھے اور بعض کے پاس ہتھیار تک نہ تھے، پرانی اور کند تلواریں یا شکستہ نیزے ان کا سرمایہ تھا۔ سواریاں بھی بہت کم لوگوں کو میسر تھیں۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور لشکر کفار نے اپنی تعداد اور اپنے تجربہ کی فوقیت کی وجہ سے اسلامی لشکر کو دبانا شروع کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے دُعا کی اور اس کے حکم پر ایک مٹھی کنکروں کی اُٹھا کر دُشمن کی طرف پھینکی یہ گویا آسمانی طاقتوں کو ایک اشارہ تھا، ادھر آپ نے مٹھی پھینکی اور اُدھر ایک تیز آندھی مسلمانوں کی پشت کی طرف سے چل پڑی اور اس کے ساتھ ریت اور کنکروں کا ایک طوفان اُٹھا جس نے کفار کی آنکھوں میں پڑکر ان کی نظر کو کمزور کر دیا اور ان کے تیر بھی ہوا کی مخالفت کی وجہ سے مسلمانوں تک پہنچنے سے رُک گئے اور میدان کے درمیان میں ہی بے کار اور بے ضرر ہوکر گرنے لگے اور اسی ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح اور مکہ والوں کو شکست دی۔ اسی واقعہ کا اس آیت میں ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تو نے کنکر پھینکے تھے تو درحقیقت تو نے نہیں پھینکے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے تھے کیونکہ ان کنکروں کو پھینکتے ہی عناصر میں ایک جوش پیدا ہوا اور وہ دُشمن کو تباہ کرنے میں مسلمانوں کے شریک ہوگئے۔

اس آیت کو بطور الہام نازل کرنے کے یہ معنے تھے کہ ایک ایسا ہی واقعہ ہونے والا ہے جبکہ پھر ایک لشکر خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنے سے زیادہ طاقتور لشکر کا مقابلہ کرے گا اور باوجود اپنی بے سروسامانی کے وہ تھوڑا سا لشکر اپنے سے بڑے لشکر پر فتح پا جائے گا۔

اس الہام سے ظاہر ہے کہ جن دو فوجوں میں جنگ ہوگی ان میں سے ایک فوج سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کی وجہ سے عذاب کی مستحق قرار پا چکی ہوگی جس طرح مکہ والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے سزا کے مستحق قرار دئے گئے تھے اور اُن کے مقابل کا لشکر گو ہوگا تو کنکروں کی طرح ناکارہ لیکن اس وقت ایک ایسے کام پر مامور ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق ہوتی ہوگی اور اُسے مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا برپا کرے گی۔ اب دیکھنا چاہیے کہ سوائے کابل کی حکومت کے کوئی ایسی حکومت نہیں جس نے بہ حیثیت حکومت احمدیت پر مکہ والوں کی طرح قتل کے ذریعہ سے ظلم کیا ہو اور پھر اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بد دُعا کی ہو جیسا کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت پر حضرت مسیح

موعود علیہ السلام نے بدُعا کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:
’’یعنی جو خدا تعالیٰ کے سامنے مجرم ہو کر پیش ہوتا ہے، اس کے لئے ایک ایسی جہنم مقدر ہے کہ وہ نہ اس میں زندہ رہے گا اور نہ مرے گا۔‘‘

یہ امر ظاہر ہے کہ نہ مرنے اور نہ زندہ رہنے کی حالت ذلت ورسوائی کی حالت ہوتی ہے کہ نہ اس میں انسان کو زندہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی طاقت چھین لی جاتی ہے اور نہ وہ مردہ کہا جا سکتا ہے کیوں کہ وہ بظاہر سانس لیتا ہے۔ پس اس بدُعا کا نتیجہ اسی طرح پیدا ہوسکتا تھا کہ امیر حبیب اللہ خان یا اس کی اولاد کے ساتھ ایسا سلوک ہو کہ وہ زندہ ہوتے ہوئے مردوں کی طرح ہو جاتے۔

کابل میں بدر کی جنگ کا نظارہ:

غرض یہ امر ثابت ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ مکہ والوں کی طرح کا سا سلوک کرنے والی حکومت صرف افغانستان ہی کی حکومت تھی اور ان کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الفاظ قرآنی میں بدُعا بھی کی تھی۔ پس مذکورہ بالا الہام اسی حکومت کی نسبت ہوسکتا ہے اور چونکہ اس الہام میں اسلامی لشکر کا ذکر نہیں بلکہ صرف کنکر پھینکنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان پر تباہی کسی احمدی لشکر کے ذریعہ سے نہیں آئے گی بلکہ اللہ تعالیٰ یہ کام ایسے لوگوں سے لے گا جو کنکروں کی طرح ہوں گے یعنی ان کی ذات میں کوئی خوبی نہ ہوگی بلکہ وہ صرف خدا تعالیٰ کا نشان پورا کرنے کیلئے ایک آلہ بنائے جائیں گے اور باوجود اس کے کہ وہ حقیر کنکر ہوں گے پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے جنگ بدر جیسا نشان دکھائے گا یعنی وہ بالکل تھوڑے ہوں گے اور بے سامان ہوں گے اور دُشمن کنکر ایک نبی کی بدُعا کے ماتحت حکومت اور اس کے اراکین کو پاش پاش کر دیں گے۔ چنانچہ دیکھو کہ جب حبیب اللہ خان نے توبہ سے کام نہ لیا تو پہلے اسی کے بھائیوں کے ہاتھوں سے خدا تعالیٰ نے اس کو قتل کرایا اس کے بعد امیر امان اللہ خان بادشاہ ہوئے اور انہوں نے باپ کی طرح تین احمدیوں کو بے گناہ قتل کرا دیا تب خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکا اور اس نے اس خاندان کے حد سے بڑھے ہوئے ظلم کا بدلہ لینے کا حکم دیا اور اُس اطلاع کے مطابق جو قبل از وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اُس نے دے رکھی تھی۔ بچہ سقہ کو ایک جماعت کے ساتھ جو تعداد میں اصحاب بدر کے مطابق تھی یعنی کل تین سو سپاہی تھے امان اللہ خان کے مقابلہ کے لئے کھڑا کر دیا اور پھر دوبارہ بدر کی جنگ کا نظارہ دُنیا نے دیکھا یعنی تین سو ناتجربہ کار اور بے سامان سپاہیوں نے ایک حکومت کا جو قلعوں میں محفوظ تھی تختہ اُلٹ دیا۔ فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئیٍ وھو علی کل شئی قدیر۔ کنکروں کا اس طرح قلعوں کی دیواروں کو توڑ دینا، آندھی کے جھونکو کا توپوں کے گولوں کے رُخ پھرا دینا کوئی معمولی نشان نہیں بلکہ ایک ایسا زبردست نشان ہے کہ ہر صحیح الفطرت انسان کے سمجھنے کیلئے کافی ہے کاش! جو آنکھیں رکھتے ہیں دیکھیں اور جو کان رکھتے ہیں سنیں اور جو دل رکھتے ہیں ایمان لائیں تا کہ خدا کے فضلوں کے وارث ہوں۔

نادر خان کا بادشاہ بننا اور ناگھانی وفات پانا:

بچہ سقہ کے ہاتھوں امان اللہ خان کی شکست سے یہ الہام پورا ہو جانا تھا اور کنکر اپنا کام کر چکنے کے بعد پھر کنکر ہی بن جانے تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا میں یہ لفظ تھے کہ خدا تعالیٰ حبیب اللہ خان سے یہ سلوک کرے کہ نہ وہ زندہ رہے اور نہ مرے اور یہ اسی طرح ہوسکتا تھا کہ اس کی اولاد تو باقی رہے لیکن اس کے پاس حکومت نہ باقی رہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر بچہ سقہ تخت کابل پر قائم رہتا تو امان اللہ خان کو حکومت واپس لینے کا بہت موقعہ تھا کیونکہ بچہ سقہ میں تدبیر ملکی کی لیاقت نہ تھی اور اس کی طبیعت میں خشونت اور سختی بھی تھی اور اس کے نائب کنکروں کی طرح صرف چبھنا ہی جانتے تھے ملک کے لئے خیر کا کام کرنا ان کی طاقت سے بالا تھا اور چونکہ وہ پیشگوئی کو پورا کر چکا تھا۔ خدا تعالیٰ کی نصرت سے بھی محروم ہو چکا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس سے وہ کام لے کر جو اس کے لئے ازل سے مقدر ہو چکا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کو کہ حبیب اللہ خان نہ زندہ رہے نہ مردہ۔ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ سے پورا کرائے چنانچہ اس کیلئے اس نے نادر خان کو چنا اور اس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس پہلے کے ساتھ ہی اِسی دن ان الفاظ میں دی کہ ’’آہ نادر شاہ کہاں گیا‘‘ (۳ مئی ۱۹۰۵ء)

جس میں یہ بتایا گیا کہ اس پہلے واقعہ کے بعد نادر شاہِ افغان ہوگا اور بادشاہ بننے کے بعد ایک آفتِ ناگہانی کے ذریعہ سے اس کی موت واقعہ ہوگی حتیٰ کہ سب ملک چلا اُٹھے گا کہ ’’آہ! نادر شاہ کہاں گیا‘‘ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بچہ سقہ کو خدا تعالیٰ نے جرنیل نادر خان کے ہاتھوں سے شکست دلا کر ۳ مئی ۱۹۰۵ء کے دوسرے الہام کو پورا کرنے کے سامان پیدا کر دیئے اور اس امر کا بھی انتظام کرا دیا کہ امان اللہ خان دوبارہ بادشاہ نہ ہوسکے اور امیر حبیب اللہ خان کے خاندان کیلئے یہ آسمانی فیصلہ جاری ہو جائے کہ وہ نہ مریں اور نہ زندہ رہیں۔

نادر شاہ کی وفات کی خبر:

لیکن جہاں اس الہام میں یہ خبر دی گئی تھی کہ کنکروں سے کام لینے کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ نادر نامی ایک شخص بادشاہ ہو جائے گا اور اس کے ذریعہ سے امیر حبیب اللہ خان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ تخت کابل سے مستقل طور پر محروم کر کے لا یموت فیھا ولا یحییٰ کا مصداق بنا دے گا وہاں اس الہام میں یہ بھی خبر تھی کہ نادر بادشاہ ہونے کے بعد ایسے وقت میں کہ ابھی اس کی ضرورت باقی ہوگی اس دُنیا سے گزر جائے گا اور لوگ اس کی ضرورت کو محسوس کریں گے اور جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہوگا یہ حصہ پیشگوئی کا آٹھ نومبر ۱۹۳۳ء کو پورا ہوگیا ہے یعنی اس تاریخ کو نادر شاہ بادشاہ افغانستان کو جبکہ وہ دلکشا محل میں ایک فٹ بال کے میچ کے بعد تقسیم انعامات کے لئے تشریف لائے تھے ایک دُشمن ملک و ملت نوجوان نے پستول کے تین فائر کر کے ہلاک کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اے لوگو! جن کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان باقی ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ کیا نشان خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت کیلئے کافی نہیں، کیا یہ نشان جو قریباً تیس سال بعد آکر پورا ہوا اس امر کے ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں؟ کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے وہ جس طرح آدم سے کلام کرتا تھا۔ نوح سے کلام کرتا تھا، ابراہیم سے کلام کرتا تھا، موسیٰ سے کلام کرتا تھا، عیسیٰ سے کلام کرتا تھا اور سب سے آخر میں لیکن سب سے زیادہ شان کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ نبیوں کے سردار سے کلام کرتا تھا آج بھی اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے آج بھی اسلام کیلئے اس کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس کی طرف سے معجزے دکھائے جاتے ہیں دیکھو یہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں جو پوری ہوئی۔ اگر ذرّہ تأمل سے کام لو تو اس ایک پیشگوئی میں بہت سی پیشگوئیاں جمع ہیں مثلاً۔

نادر خان کی بالکل مخالف حالات میں ترقی:

(۱) جس وقت یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کئے، اس وقت نادر خان ایک نوجوان طالب علم تھے اور ان کا خاندان اس وقت ایسے حالات میں سے گزر رہا تھا کہ کسی بڑے عہدہ کی بھی انہیں اُمید نہ ہوسکتی تھی یعنی ان کا خاندان امیر عبدالرحمٰن کے زمانہ میں زیرِ عتاب رہ کر اس زمانے کے بالکل قریب امیر حبیب اللہ خان کی معافی پر افغانستان پہنچا تھا۔ اور بوجہ وطن سے بیس سال باہر رہنے کی انہیں کامیابی کی زیادہ اُمید نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قسم کی ذہانت عطا کی کہ وہ فوجی کام میں جس پر وہ مقرر کئے گئے تھے خاص طور پر قابل ثابت ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ترقی کا یہ سامان کر دیا کہ سمت جنوبی میں بغاوت ہوئی جس میں شاہی فوجوں کو شکست ہوئی۔ اس پر نادر خان اس بغاوت کو فرو کرنے پر مقرر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زبردست کامیابی دی جس کی وجہ سے ان کو عہدہ میں ترقی ملی اور وہ افغانستان کے قابل ترین آدمیوں میں سمجھے جانے لگے۔

وزیر جنگ اور سپہ سالار بننا:

(۲) امیر حبیب اللہ خان ایک دم مارے گئے اور کابل سے باہر مارے گئے جس کی وجہ سے عنایت اللہ خان جو اُن کے بڑے بیٹے اور امیر نصر اللہ خان کے داماد تھے، اپنے خسر سمیت اس وقت امیر حبیب اللہ خان کے ساتھ تھے۔ بادشاہت سے محروم رہ گئے۔ کابل کے لوگوں نے فساد کے خوف اور اس شبہ کی وجہ سے کہ امیر حبیب اللہ خان کا قتل امیر نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان کی سازش سے ہوا ہے، امان اللہ خان کو تخت پر بٹھا دیا۔ امان اللہ خان کو اس عہدہ کے حصول کے لئے شاہ غاشی عبدالقدوس خان سے مدد لینی پڑی جو نادر خان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ پس باوجود اس کے کہ انہیں نادر خان پر یہ شبہ تھا کہ امیر حبیب اللہ خان کے خلاف سازش میں ان کا بھی حصہ ہے چند دنوں کی نظر بندی کے بعد انہوں نے انہیں اپنے عہدہ پر بحال کر دیا۔ اس کے معاً بعد افغانستان اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور اس میں ان کو اس قدر زبردست کامیابی حاصل ہوئی کہ سپہ سالار اور وزیر جنگ دونوں عہدے ان کو مل گئے اور یہ جنگ ان کے حق میں ابر رحمت ہوگئی اور تختِ شاہی کے اور بھی قریب ہوگئے کیونکہ اس جنگ نے انہیں سمت جنوبی کے لوگوں میں محبوب بھی بنا دیا اور ان کی لیاقت کا سکہ بھی ان لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا۔

افغانستان کا آزاد ہونا:

(۳) جب یہ الہام ہوا ہے اس وقت افغانستان کا درجہ ایک ریاست کا تھا اور اس الہام میں نادر کو شاہ بتایا گیا ہے۔ اگر افغانستان آزاد حکومت نہ بنتی اور کسی طرح سردار نادر خان اس کے حاکم ہو جاتے تب بھی وہ امیر کہلاتے نہ کہ بادشاہ۔ پس اس الہام میں افغانستان کی حکومت میں ایک زبردست تغیر کی جس کے نتیجہ میں افغانستان نے آزاد ہو جانا تھا خبر دی گئی تھی۔ ۱۹۰۵ء میں جب یہ الہام ہوا کسی کے وہم میں بھی نہ تھا کہ افغانستان کی آزادی تسلیم کرنے کا خیال نہیں آسکتا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن جیسا زبردست حاکم یہ جرأت کر سکا کہ انگریزوں سے استقلال کا خواہاں ہو۔ پھر امیر حبیب اللہ میں کب یہ طاقت ہوسکتی تھی کہ آزادی حاصل کرے بلکہ امیر حبیب اللہ خان نے تو اپنے باپ سے بھی زیادہ انگریزوں سے تعلقات بڑھائے تھے جس کے صلہ میں انکا وظیفہ بھی بڑھا دیا گیا تھا۔ پس ان کے زمانہ میں تو کوئی شخص وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ افغانستان آزاد ہو جائے گا اور اس کا امیر بادشاہ بن جائے گا لیکن اس وقت جبکہ انسانی دماغ اس تغیر کے امکان کا خیال بھی نہیں کر سکتا تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا الہام میں بتایا گیا کہ افغانستان آزاد ہو جائے گا اور اس کا امیر شاہ کہلائے گا اور خدا تعالیٰ کے خاص نشان سے نادر جو ایک معمولی فوجی افسر تھا، اس ملک کی بادشاہت حاصل کرے گا۔ پیشگوئی کے اور حصوں کو جانے دو، صرف اس حصہ کو لیکر دیکھو کس طرح ایک حکومت کی آزادی کی۔ اور پھر اس کے فرمانروا کی اور ایسے فرمانروا کی جس نے غلام ملک کو آزاد کرایا، تباہی کی اور اس کے بعد نادر جیسے انسان کی جس کے درمیان اور تختِ افغانستان کے درمیان بیسیوں اور مستحق اشخاص حائل تھے، بادشاہت کی خبر دی ہے اور پھر وقوع سے پچیس سال پہلے۔ کیا یہ زندہ نشان نہیں، کیا یہ محیر العقول پیشگوئی نہیں......؟

نادر خان کی علالت:

(۴) جب بچہ سقہ نے بغاوت کی ہے، جرنیل نادر خان اس وقت یورپ میں بیمار پڑے تھے وہاں سے وہ باوجود بیماری کے ہندوستان آئے لیکن آتے ہی پھر سخت بیمار ہوگئے اور عرصہ تک پشاور میں ان کو بیمار رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ امان اللہ خان کے ساتھ ملکر جنگ میں شامل نہ ہوسکے۔ اگر وہ بیمار نہ ہوتے اور امان اللہ خان کے ساتھ جنگ میں شامل ہو جاتے اور فتح حاصل کر لیتے تو یقیناً تخت امان اللہ خان کے ہاتھ میں آتا اور نادر خان بادشاہ نہ ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بیمار کرکے اس وقت تک فتح سے روکے رکھا جب تک کہ امان اللہ خان شکست کھا کر ملک سے بھاگ نہ گئے۔ پس اس میں بھی ایک زبردست نشان تھا اور پیشگوئی کے پورا کرنے کیلئے یہ ایک الٰہی تدبیر تھی اور اپنی ذات میں ایک مستقل نشان۔

نادر خان کو بھی اپنے بادشاہ بننے کا خیال نہ تھا:

(۵) اگر اس وقت کے اعلانات دیکھے جائیں جبکہ نادر شاہ اپنے ملک کو استبداد سے آزاد کرانے کیلئے کوشش کر رہے تھے تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک ان کے اپنے ذہن میں بھی بادشاہت کا خیال نہ تھا بلکہ جب تک امان اللہ خان ملک میں رہے وہ برابر ان کی تائید کرتے رہے اور جب وہ حکومت سے دست بردار ہوکر ملک چھوڑ گئے اُس وقت سے نادر خان صاحب نے برابر یہ اعلان کیا کہ انہیں خود حکومت کی خواہش نہیں۔ ملک کے لوگ جو فیصلہ مشورہ کے بعد کریں گے وہ اسی پر کاربند ہوں گے۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ عین اُس وقت بھی جبکہ وہ ملک کی آزادی کیلئے جدوجہد کر رہے تھے خود ان کے نزدیک ان کا بادشاہ ہونا ناممکن تھا لیکن اس کے مقابل میں اس الہام کو دیکھو کہ سن ۵ میں پورے پچیس سال پہلے ان کے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا گیا تھا۔

نادر خان کی بے سروسامانی:

(۶) جب وہ خوست کے علاقہ میں داخل ہوئے ہیں تو ان کی حالت ایسی کمزور تھی کہ پریس جاری کرنے کی بھی ان کو طاقت نہیں تھی۔ ملک کے لوگوں کو صحیح حالات سے اطلاع دینے کیلئے انہوں نے اخبار جاری کرنا چاہا اور اس کیلئے ایک سٹائلو پریس جو معمولی چالیس پچاس روپیہ کی چیز ہے انہوں نے خریدا اور دوران جنگ میں اخبار اصلاح اسی پر چھپ کر شائع ہوتا رہا۔ ایسے محدود وسائل کے ساتھ بچہ سقہ جیسے دُشمن کا مقابلہ جس نے امیر امان اللہ خان جیسے بادشاہ کو ان کے تمام ہتھیاروں اور فوجوں کے باوجود شکست دی تھی۔ نیچا دکھانا کوئی معمولی کام نہ تھا اور خود اپنی ذات میں ایک نشان تھا اور صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے یہ سامان پیدا ہوئے کہ باوجود بے سروسامانی، خرابی صحت اور طوائف الملوکی کے نادر خان بچہ سقہ کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے۔

افغانستان نے صرف نادر خان کو بادشاہت کا اہل سمجھا:

(۷) نادر خان اعلان کر چکے تھے کہ وہ بادشاہت کے متمنی نہیں اور ملک جو فیصلہ کرے گا انہیں منظور ہوگا اور اس پر انہوں نے عمل بھی کیا اور لوگوں سے مشورہ لیا، غالب خیال یہی تھا کہ چونکہ شاہی خاندان کے بہت سے افراد زندہ موجود تھے اور چونکہ اُمراء عام طور پر آپس میں رقابت رکھتے ہیں اس لئے بچہ سقہ کے فتنہ کے فرو ہو جانے پر اوّل تو لوگ امیر امان اللہ خان کو واپس بلانے کا مشورہ دیں گے اور اگر ان کی بعض حرکات سے لوگ ناخوش تھے تو کم سے کم ان کے خاندان کے کسی اور شہزادے کو محنت پیش کریں گے لیکن الٰہی فیصلہ کو کون روک سکتا ہے جو تخت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۳ مئی ۵ء کو انعام کے طور پر مل چکا تھا۔ جو نادر اس لئے کھڑا کیا گیا تھا کہ تا امیر حبیب اللہ خان کا خاندان لا یموت و لا یحییٰ کی زندگی بسر کرے، اس تخت سے کون نادر کو محروم کرسکتا تھا۔ اس نادر کو کون بادشاہت کے فیصلہ کے وقت نظر انداز کرسکتا تھا۔ آخر وہی ہوا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقدر تھا۔ یعنی پیشگوئی کے پورے پچیس سال بعد وہ نادر خان جس کے بادشاہ ہونے کے وقوعہ سے چھ ماہ پہلے بھی کوئی امکان نہ تھا۔ تخت افغانستان پر متمکن ہونے کیلئے منتخب کیا گیا باوجود اس کے کہ اس کی خواہش نہ تھی۔ باوجود اس کے کہ وہ فیصلہ قوم کے ہاتھ میں چھوڑ چکا تھا۔ اسی کے نام پر قرعہ پڑا، وہی اس بوجھ کو اُٹھانے کا اہل سمجھا گیا اور اس کے سوا کون اہل ہوسکتا تھا جسے خدا تعالیٰ نے اہل قرار دیا۔

نادر خان کا نادر شاہ کہلانا:

(۸) مگر نادر خان کے نادر شاہ ہونے میں ایک مرحلہ ابھی باقی تھا بے شک افغانستان آزاد ہو چکا تھا، بے شک اس کا امیر اب بادشاہ کہلاتا تھا، بے شک اب نادر اس آزاد حکومت کے تخت پر بیٹھ کر شاہ بن گیا تھا لیکن الہام میں اس کا نام نادر خان بادشاہ نہیں رکھا گیا تھا بلکہ نادر شاہ رکھا گیا تھا۔ اگر بادشاہ نادر خان سے نادر کو پکارا جاتا تب بھی عقلمند انسان کے نزدیک پیشگوئی کو پورا سمجھا جاتا اور یہ خیال کیا جاتا کہ نادر خان شاہ کو اختصاراً نادر شاہ کہہ دیا گیا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے ایک ایک لفظ کو اس کی اصلی صورت میں پورا کرنا تھا اس لئے اس کے لئے بھی غیر معمولی سامان پیدا کئے اور خود نادر کے دل میں یہ خیال پیدا کیا کہ وہ آئندہ نادر شاہ کہلائے۔

سوچنے والو! سوچو کیا یہ غیر معمولی خیال نہیں۔ بادشاہ ہوکر لوگوں کے نام وہی رہتے ہیں "شاہ" ان کے نام ساتھ لگ جاتا ہے، کبھی پہلے کبھی بعد میں لیکن ان کے قومی القاب اور اُن کے نام وہی رہتے ہیں نادر کا نام نادر تھا اور قومی لقب خان تھا خان کا لفظ شاہ کے عہدہ کے خلاف نہیں بلکہ وہ تو شہنشاہ کے عہدہ کے بھی خلاف نہیں۔ چنگیز خان آدھی دُنیا سے زیادہ کا بادشاہ تھا مگر وہ شاہی لقب کے ساتھ خان ہی کہلاتا تھا۔ اسی طرح چغتائی خاندان کے کئی بادشاہ سلطان کے لقب کے ساتھ خان بھی کہلاتے تھے جیسے سلطان غیاث الدین براق خان، سلطان محمد خان، وغیرہ نام تاریخوں میں مذکور ہیں۔ امان اللہ خان جن کے عہد میں افغانستان آزاد ہوا اور قدرتاً انہیں شاہ کہلانے کا شوق تھا وہ بھی شاہ امان اللہ خان کہلاتے تھے۔ کیوں پھر اسی طرح نادر خان شاہ نادر خان نہ کہلائے کیوں ان کا نام ہی بدل کر نادر شاہ کر دیا گیا؟ اے صداقت پسند روحو! کیا تم اس سے انکار کرسکتی ہو کہ یہ اس خدائے قادر کا کام تھا اور صرف اسی کا کام تھا جس نے ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر دی تھی کہ "آہ! نادر شاہ کہاں گیا" جس خدا نے نادر خان کا نام نادر شاہ رکھا تھا اسی نے نادر خان اور ان کے امراء کے دل میں یہ تحریک کی کہ گو شاہ کا لفظ نام کے پہلے بھی استعمال ہوسکتا تھا گو امان اللہ خان نے باوجود شاہ ہو جانے کے اپنے نام کو امان اللہ خان کے نام سے مشہور نہیں کیا گو خان کا لفظ شاہی کے منافی نہیں لیکن پھر بھی نادر خان کو آئندہ نادر شاہ کہا جائے تاکہ نادر خان پیشگوئی کے مطابق نہ صرف شاہی کا عہدہ پائیں بلکہ ان کا نام بھی نادر شاہ ہو جائے۔

بعض جاہل لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نادر خان کو الہام میں نادر شاہ کیوں کہا گیا ہے لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ نادر خان کا نام تمام دُنیا میں نادر شاہ ہی پڑ گیا ہے حتیٰ کہ خود وہ لوگ جو احمدیہ سلسلہ کے مخالف ہیں اور نادر خان کو نادر شاہ کہنے پر معترض ہیں خود اپنے اخبار میں بار بار نادر شاہ لکھ چکے ہیں جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اسی طرح تمام انگریزی اخبارات ان کو نادر شاہ لکھتے ہیں۔ خود افغانستان کے لوگ انہیں نادر شاہ کہتے اور پکارتے ہیں اور حکومت بھی اس امر کو پسند کرتی ہے کہ انہیں نادر شاہ کہا جائے چنانچہ روزنامہ اخبار سیاست کے ۱۱ دسمبر ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں لکھا ہے کہ سردار شاہ ولی خان صاحب نے مالک اخبار سیاست کے ساتھ گفتگو کے دوران میں فرمایا کہ: "ہندوستان میں لوگ اعلیٰ حضرت کا نام غلط لکھتے ہیں جس روز انہوں نے اعلان مملکت کیا۔ اسی روز وہ خان کی جگہ شاہ ہوگئے، اب ان کا نام نادر شاہ افغانستان ہے"

(منقول از الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء)

اس شہادت سے ثابت ہے کہ نادر خان کا نام ہی نادر شاہ رکھ دیا گیا تھا اور شاہ کا لفظ جزو قرار پا گیا تھا کیونکہ سردار شاہ ولی خان صاحب فرماتے ہیں کہ ان کا نام نادر شاہ افغانستان ہے۔ شاہ کا لفظ دوسری دفعہ دہرا کر انہوں نے بتایا ہے کہ پہلا شاہ اُن کے نام کا جزو ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اپنا کلام پورا کرنے کے لئے ان کے نام کو کلی طور پر بدل دیا اور ان کا نام ہی نادر شاہ رکھ دیا گیا۔

حق کے طالبو! یہ تغیر معمولی نہیں بلکہ نادر شاہ کے برسر حکومت آنے پر بھی اس تغیر کو ناممکن قرار دیا جاتا تھا چنانچہ سلسلہ احمدیہ کے اشد ترین دُشمن اخبار اہلحدیث میں بھی لکھا ہے:

"کیا افغانستان میں نادر شاہ بولا جاتا ہے؟ کیا افغانستان کی اصطلاح میں بادشاہ کو شاہ کے لقب سے کبھی یاد کیا گیا؟ کیا کبھی عبدالرحمٰن شاہ حبیب اللہ شاہ۔ یا امان اللہ شاہ کے القاب کسی نے سنے۔ وہاں تو شاہ کا لقب بادشاہ کیلئے ہی نہیں۔ بلکہ ہم کہیں گے کہ ہندوستان میں کسی معتبر تحریر میں عبدالرحمٰن شاہ یا حبیب اللہ شاہ وغیرہ نہیں ملتے۔ پس اگر یہ الہام افغانستان کے مافی الضمیر کی ترجمانی ہوتی تو شاہ کا لقب نہ ہوتا بلکہ نادر خان کا لقب ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نادر شاہ والا الہام کسی اور موقع کیلئے ہے امیر نادر خان کے متعلق نہیں"۔

میں سمجھتا ہوں یہ تحریر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اخبار اہل حدیث میں اللہ تعالیٰ نے لکھوائی ہے۔ اس قدر شدید دُشمن اخبار اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ نادر خان کا نادر شاہ کہلانا افغانستان کے لوگوں کے حالات ان کی زبان اور ان کی تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے ناممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ بالکل درست ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانستان کے سابق بادشاہ شاہ نہیں کہلاتے تھے۔ یہ بھی درست ہے کہ امان اللہ خان بھی بادشاہ ہوکر امان اللہ شاہ نہیں کہلائے بلکہ شاہ امان اللہ یا امان اللہ خان شاہ افغانستان کہلائے اور یہ سچ ہے کہ افغانستان کے لوگوں کے ذہنوں میں اپنی قومی روایات کے خلاف یہ خیال نہیں آسکتا تھا کہ وہ نادر خان کو نادر شاہ شاہِ افغانستان کہنے لگیں مگر دوسری طرف یہ امر واقعہ ہے کہ نادر خان بادشاہ ہوتے ہی نادر شاہ کہلانے لگے۔ افغانستان اور ہندوستان کے جرائد انہیں نادر شاہ لکھتے چلے آئے ہیں اور لکھ رہے ہیں اور جیسا کہ ان کے بھائی اور وزیر سردار شاہ ولی خان صاحب کے بیان سے ثابت ہے۔ افغانی حکومت نے ان کا یہی نام تجویز کیا تھا۔ پس اے وہ لوگو! جن کے دل میں خدا کا خوف ہے، جو مرنے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے پر یقین کرتے ہو۔ خدارا مجھے بتاؤ کہ وہ کون سی طاقت تھی جس نے اس ناممکن امر کو ممکن کرا دیا جسے مولوی ثناء اللہ صاحب جیسے دُشمن سلسلہ احمدیہ بھی ناممکن قرار دیتا ہے اور جو بظاہر حالات واقعہ میں ناممکن تھا، کیا اسی زبردست خدا نے نہیں جس نے ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو پورے پچیس سال پہلے بانی سلسلہ احمدیہ کے الہام میں نادر کا نام نادر شاہ رکھا تھا۔ کیا اس زبردست نشان کو دیکھتے ہوئے بھی تم انکار کرتے چلے جاؤ گے؟ کیا اب بھی تم خدا کے مامور کو قبول نہیں کرو گے؟ کیا اب بھی تم اپنے پیدا کرنے والے سے صلح نہیں کرو گے اور دہریت اور انکار کے گڑھوں میں گرے رہو گے؟ اگر ایسے زبردست نشان

جن کے ناممکن ہونے کا دُشمن بھی اقرار کرتا ہے تمہارے سمجھانے کے لئے کافی نہیں اگر کافی نہیں تو بتاؤ کہ تم خدا تعالیٰ سے کس معاملہ کی اُمید کرتے ہو۔؟

نادر شاہ کی وفات پر حسرت و اندوہ کا اظہار:

(۹) افغانستان جیسے ملک میں بادشاہ ہونے کے بعد بھی کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ لوگ جلد جوش میں آجاتے ہیں اور محبت دُشمنی سے بدل جاتی ہے۔ بالکل تعجب نہ ہوتا اگر نادر شاہ بادشاہ ہونے کے بعد ملک میں بدنام ہو جاتے یا ملک میں امن قائم کرنے کے قابل ثابت نہ ہوتے اور تفرقہ اور فساد بڑھ جاتا لیکن ’’آہ! نادرشاہ کہاں گیا‘‘ کے الفاظ بتاتے تھے کہ ان کی موت کے وقت لوگ ان کے نام کی قدر کرنے لگ جائیں گے اور اُن کی موت پر حسرت و اندوہ کا اظہار کریں گے یہ خود ایک نشان ہے کیونکہ پچیس سال پہلے ایک معمولی آدمی کے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کرنا خود ایک بڑا نشان ہے لیکن ساتھ یہ بتا دینا کہ باوجود اس کے کہ وہ قدیم شاہی خاندان کو علیحدہ کر کے تخت پر بیٹھے گا اور ایسے ملک میں حکومت کرے گا جہاں کے لوگ اصلاح کے نام سے دور بھاگتے ہیں، وہ مفید کام کرتے ہوئے لوگوں میں قبولیت پیدا کرتا چلا جائے گا اور لوگ اس کی موت پر دل سے حسرت کریں گے، ایک ایسا نشان ہے کہ جس کی عظمت کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔

یادرکھنا چاہئے کہ یہ حصہ الہام کا دو دفعہ پورا ہوا ہے۔ پہلی دفعہ جب امیر امان اللہ خان کے وقت میں بچہ سقہ نے بغاوت کی اور امیر نے اور امراء نے اور عوام نے اس وقت خواہش کی کہ کاش نادر خان ہوتے تو ملک کو سنبھالتے گو اس وقت نادر خان نادر شاہ نہ تھے لیکن کبھی آئندہ نام سے بھی کسی کو وقت سے پہلے یاد کرلیا جاتا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے کہ ہم نے لوگوں کو الفلک المشحون میں چڑھایا حالانکہ مشحون کے معنے بھری ہوئی کے ہیں۔ محققین لکھتے ہیں کہ اس جگہ مراد یہ ہے کہ وہ کشتی جو لوگوں کے بیٹھنے سے بھرنے والی تھی چونکہ بتانا یہ ہے کہ کشتی آدمیوں کی کثرت یا کشتی کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے بھر گئی بجائے اس مضمون کو الگ بیان کرنے کے یہی کہہ دیا کہ ہم نے ان کو بھری ہوئی کشتی میں جگہ دی حالانکہ جگہ دیتے ہوئے وہ بھری ہوئی نہ تھی اسی طرح یہاں ہوا کہ گو اس وقت نادر خان بادشاہ نہ تھے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ بتانا چاہتا تھا کہ اس وقت ان کو کامیاب کر کے بادشاہ بنا دیا جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو نادر شاہ کے نام سے ہی پکارا اور اس طرح ایک مختصر فقرہ میں وسیع مضمون ادا کردیا۔

لیکن دوسرے معنی اس کے اب پورے ہوئے ہیں جبکہ نادر شاہ لوگوں میں نادر شاہ کے نام سے مشہور ہو کر اور ان کی محبت کو جذب کر کے ایک دُشمن ملک کے ہاتھوں سے قتل ہوئے ہیں اور سارا ملک بزبان حال چلا رہا ہے۔ ’’آہ! نادرشاہ کہاں گیا‘‘

اچانک حادثہ سے وفات کی خبر:

(۱۰) اس الہام میں یہ بات بھی بتائی گئی تھی کہ نادر شاہ صاحب کی وفات کسی اچانک حادثہ سے ہوگی کیوں کہ ’’آہ نادر شاہ کہاں گیا‘‘ کے الفاظ میں نہ صرف افسوس بلکہ حیرت بھی پائی جاتی ہے اور حیرت ہمیشہ بے وقت یا غیر مترقب امر کے متعلق ہوا کرتی ہے۔ پس ان الفاظ سے ثابت ہے کہ الہام میں یہ بتایا گیا تھا کہ نادر شاہ معمولی طریق پر دُنیا سے رخصت نہ ہوں گے بلکہ ان کا دُنیا سے جانا غیر معمولی واقعہ کے طور پر ہوگا اور ایسے موقعہ پر ہوگا جبکہ لوگوں کو اس کی اُمید نہ ہوگی۔

نادر شاہ صاحب کے قتل کے جو واقعات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں، ان سے صاف ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی کا یہ حصہ بھی لفظاً لفظاً پورا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ نادرشاہ صاحب ایک فٹ بال میچ کے نتیجہ میں تقسیم انعام کرنے کیلئے اپنے باغ دلکشا نامی میں تشریف لائے اور سینکڑوں لوگوں کے مجمع میں جس میں طالب علم، استاد اور امراء سلطنت وغیرہ تھے، چند طالب علموں سے گفتگو کر رہے تھے کہ انہی طالب علموں میں سے کہ جن کی ہمت بڑھانے کیلئے وہ آئے تھے ایک نے ان پر ایک گز کے فاصلہ سے متواتر تین فائر کردئے اور یکدم وہ مجمع طرب بزم عزائے بن گیا۔ اس واقعہ کی سرعت اور اس کی سخت حیرت کا موجب ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین فائر یکے بعد دیگرے ہوگئے اور لوگ شاہ کے بچانے کی کوشش نہ کرسکے۔ جرنیل وزیر محمود خان وزیر حرب اور شاہ کے بھائی اس وقت موجود تھے اور اس طرح اچانک کچھ نہ کچھ ہوجانے کا ان پر اسقدر اثر ہوا کہ اخبارات میں لکھا ہے کہ وہ غش کھا کر گر گئے۔ لوگ گھبرا کر بازاروں کی طرف دوڑ پڑے اور پکارنے لگے کہ شاہ فوت ہوگئے ہیں شاہ فوت ہوگئے۔ یہ سب اُمور بتاتے ہیں کہ پیشگوئی کے عین مطابق نادر شاہ صاحب کا واقعہ اس حیرت انگیز طریق سے ہوا کہ لوگ اپنے حواس کھو بیٹھے۔

نادر شاہ کی افغانستان کو اشد ضرورت:

(۱۱) اس پیشگوئی سے بات بھی معلوم ہوتی تھی کہ جس وقت نادر شاہ صاحب کی وفات ہوگی اس وقت ملک کو ان کی اشد ضرورت ہوگی۔ واقعات سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ بڑا ثبوت اس امر کا یہ ہے کہ شاہ موصوف کی وفات سے چند دن پہلے ڈاکٹر محمد اقبال صاحب افغانستان سے واپس آئے تو انہوں نے اخبارات میں یہ امر شائع کرایا کہ اگر دس سال بھی نادر شاہ صاحب کو اور مل گئے تو افغانستان کی حالت درست ہو جائے گی اور وہ ترقی کی چوٹی پر پہنچ جائے گا۔ اس اعلان کے دوسرے دن وہ مارے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب واقف لوگ اس امر کو محسوس کرتے تھے کہ نادر شاہ صاحب کی زندگی کی ابھی ملک کو بہت ضرورت ہے لیکن پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء نہ تھا کہ وہ اس وقت تک زندہ رہتے۔

پیشگوئی کے دو پہلو:

ممکن ہے کہ بعض دشمن یہ اعتراض کریں کہ جب نادر شاہ صاحب خوست پر حملہ کر رہے تھے اس وقت کہا جاتا تھا کہ ’’آہ نادر شاہ کہاں گیا‘‘ سے مراد یہ ہے کہ اس فساد کو دور کرنے کیلئے نادر شاہ کی ضرورت لوگوں نے محسوس کی ہے اور اب ان کی وفات پر اسے حسپاں کیا جاتا ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ الہام دونوں دفعہ پورا ہوا ہے اس وقت بھی کہ جب امان اللہ خان کے بھاگنے کے موقع پر لوگوں کو جرنیل نادر خان کی ضرورت محسوس ہوئی تھی اور اب بھی کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت وہ ایک بے وقوف نوجوان کے ہاتھوں مارے گئے ہیں اور یہ اب کا خیال نہیں بلکہ جماعت احمدیہ میں یہ خیال اسی وقت سے پیدا ہے جب خوست کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے نادر شاہ کو فتح دی۔

چنانچہ اسی وقت میرے کہنے کے مطابق اس پیشگوئی پر ایک مضمون مولوی شیر علی صاحب نے لکھا تھا جو ۳ جنوری ۱۹۳۰ء کے ’’الفضل‘‘ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں اس امر کا اظہار کرنے کے بعد کہ پیشگوئی امان اللہ خان کے شکست کھانے سے اور لوگوں میں جرنیل نادر خان کی واپسی کی خواہش سے اور نادر خان کے نادر شاہ بن جانے سے پوری ہوگئی۔ مولوی صاحب نے تحریر کیا تھا کہ اس پیشگوئی کے دو مفہوم ہیں ایک تو وہ جو بغاوت افغانستان کے وقت نادر خان کے باہر ہونے اور لوگوں میں ان کے بلانے کی خواہش پیدا ہونے اور پھر ان کے ملک میں واپس آکر فتح پانے اور بادشاہ ہوجانے سے پورا ہوا اور ایک دوسرا مفہوم ہے اس دوسرے مفہوم کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

’’دوسرے مفہوم میں ایک ایسا خیال جھلک رہا ہے کہ موسوم کو کوئی خطرناک مصیبت پیش آئے گی اور اس کے نقصان پر بہت رنج و غم محسوس کیا جائے گا‘‘

(الفضل ۳ جنوری ۱۹۳۰ صفحہ ۱۱ کالم اوّل)

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ احمدی جماعت شروع سے اس امر کی قائل تھی کہ اس پیشگوئی کے دو پہلو ہیں اور غالب ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہوں کیونکہ سنت اللہ یہ بھی ہے کہ بعض الہام کے کئی پہلو ہوتے ہیں اور وہ سب ہی پورے ہوجاتے ہیں۔

خلاصہ بیان:

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے افغانستان کے متعلق ۳ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دو وحیوں کے ذریعہ سے کچھ اخبار غیبیہ ظاہر کیں جن میں سے ایک طرف تو بچہ سقہ کی قلیل جماعت کے ساتھ امان اللہ خان پر فتح کا ذکر تھا اور پھر اس کے بعد یہ اطلاع تھی کہ نادر خان اس وقت کہیں باہر ہوں گے، ملک ان کی خواہش کرے گا۔ وہ واپس آکر دشمن پر فتح پائیں گے اور بادشاہ ہو جائیں گے۔ ان کا نام نادر خان سے نادر شاہ ہوجائے گا۔ اس کے بعد پھر وہ ایک حادثہ عظیمہ کا شکار ہوں گے اور اچانک ان کی موت واقع ہوگی اور لوگ سخت ماتم اور رنج میں مبتلا ہوں گے اور ان کی موت کو ملک کا بہت بڑا نقصان سمجھا جائے گا۔ یہ پیشگوئی اس وقت کی گئی تھی جبکہ نادر ابھی ایک نا تجربہ کار جوان تھے اور ان کے لئے اعلیٰ عہدہ پر پہنچنے کا کوئی بھی امکان نہ تھا۔

خدا تعالیٰ کا خالِص غیب:

اب اے لوگو! جو تلاش حق رکھتے ہو اور جن کو دُنیا کی محبت نے عقبیٰ کی یاد بالکل ہی فراموش نہیں کرادی۔ میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس قدر عظیم الشان اخبار پچیس تیس سال پہلے ایسے حالات میں بتا دینا کسی انسان کا کام ہوسکتا ہے۔ اگر انسان بھی ایسا کرسکتا ہو تو خدا کے رسولوں کی سچائی کا ثبوت ہی کیا ہوا اور خدا تعالیٰ کے کلام کی عزت ہی کیا رہی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضٰی من رسول خدا تعالیٰ اپنے غیب کو سوائے رسولوں کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اب اگر ایک مفتری اور نعوذ باللہ شیطان سے تعلق رکھنے والا شخص اس قدر عرصہ پہلے اس قدر لمبا سلسلہ غیبی اُمور کا بتا سکتا ہے تو بتاؤ کہ قرآن کریم کی سچائی کا کیا ثبوت رہ جائے گا۔ حکومتوں کا تغیر معمولی بات نہیں اور پھر پرانے خاندان کی حکومت کا خصوصاً ایشیائی ملک میں بدل جانا اور بھی عجیب بات ہے اور اگر حکومت بدلے بھی تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ فلاں شخص کے پاس جائے گی۔ اس شخص کی اس قدر لمبی عمر کا ضامن ہی کون ہوسکتا ہے۔ اگر وہ زندہ رہے تو اس کا کون ضامن ہوسکتا ہے؟ کہ اس کی قوتیں اس وقت تک اس کا ساتھ دیں گی اور وہ اس موقعہ پر عملی طور پر کوئی حصہ لے سکے گا اور پھر یہ کہ وہ کامیاب بھی ہو جائے گا اور پھر کامیابی کے بعد اس طرح اس کی موت واقع ہوگی۔ بخدا! یہ خالصِ غیب ہے جس کا بیان کرنا خدا تعالیٰ کے سوا کسی کیلئے ممکن نہیں۔

پس خدا تعالیٰ کے نشانات سے انکار نہ کرو کہ یہ راہ نہایت خطرناک ہے۔ اے بھائیو! جو خدا امان اللہ کو اس کے تخت سے ایک بچہ سقہ کے ذریعہ سے نکلوا سکتا ہے اس کے غیب سے آپ کیوں کر اپنے آپکو مامون سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے اسلام کو بچانے کے لئے آپ میں سے ہی ایک شخص کو مبعوث فرما دیا جس نے اس دہریت کے زمانہ میں اسلام کو تازہ معجزات کے ذریعہ سے پھر زندہ کردیا ہے۔ پس وہ جو تمہاری نجات کیلئے آیا ہے اس سے دور مت بھاگو اور وہ جو تمہارا دوست ہے اس سے دشمنی نہ کرو کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اچھے پھل پیدا نہیں کرتی۔

کب تک انتظار کروگے؟:

دیکھو سورج نصف النہار پر آگیا۔ نشان پر نشان

(باقی صفحہ 27 پر ملاحظہ فرمائیں)

غیر ملکی رپورٹیں

جماعت احمدیہ ناروے کے تحت
جلسہ پیشوایان مذاہب کا انعقاد

جماعت احمدیہ ناروے نے 15/نومبر 2009ء کو جلسہ پیشوایان مذاہب منعقد کیا۔ جلسہ کے لئے شہر کے وسط میں کرایہ پر ہال لیا گیا تھا۔ سب سے پہلے مکرم سیکرٹری صاحب تبلیغ نے جلسہٴ مذاہب کا تعارف پیش کیا اور بتایا کہ اس جلسہ کا موضوع ''میرے مذہب میں عصر حاضر کے معاشی مسائل کا حل'' ہے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور اس کے نارویجین ترجمہ سے ہوا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے جلسہ کے انعقاد کا تاریخی پس منظر پیش کیا۔ ہری کرشنا کے نمائندہ نے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ دولت کی غیر مساویانہ تقسیم، سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام نے سوسائٹی میں مالی بحران کو جنم دیا۔ آپ نے بتایا کہ انسان کی استعدادِ کار کی بنیاد پر اگر تنخواہوں میں بہت زیادہ فرق ڈالا جائے تب بھی معاشی بدحالی پیدا ہوتی ہے اور معاشی نظام منجمد ہو جاتا ہے اور بیروزگاری بڑھتی ہے۔

عیسائی مذہب کے نمائندہ نے دعوت کا شکریہ ادا کیا اور اس کا اظہار کیا اور کہا کہ اس دفعہ عنوان بڑا دلچسپ ہے اور مشکل بھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ کئی سالوں سے اس جلسہ میں شرکت کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ماں باپ خدا تعالیٰ کا پرتو ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے دنیا پیدا کی ہے اور وہی اس کے معاملات کا علم رکھتا ہے اور انصاف کرنے والا ہے۔ انہوں نے تورات کے حوالے پیش کئے اور اپنے عقائد کا اظہار کیا کہ عیسیٰؑ صلیب پر فوت ہوئے اور اس وجہ سے عیسائی عقیدہ کے لوگ معاف کر دیئے گئے لیکن خود ہی کہا کہ زلزلے، سونامی اور دیگر عذاب جو انسانوں پر آتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اس میں عیسیٰ علیہ السلام کا دخل نہیں۔ طاقت، اخلاق اور سرمایہ کا استعمال غلط طریقہ سے کیا جائے تو معاشی بدحالی جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ملکی معاشیات، عالمی معاشیات اور انفرادی معاشی حالت میں اعتدال سے کام لیا جائے تو مالی بحران سے بچا جا سکتا ہے۔

مکرم نور احمد صاحب بولستاد نمائندہ اسلام احمدیت نے اپنی تقریر کا آغاز قرآنی حوالوں سے کیا۔ آپ نے بتایا کہ قرآن کی تعلیم سے پتہ چلتا ہے کہ اگر اسلام کی پیش کردہ تعلیم پر عمل کیا جائے تو معاشی بدحالی سے بچا جا سکتا ہے۔ آپ نے کہا کہ معاشی بدحالی کی وجہ خود انسانوں کی پیدا کردہ ہے۔ آپ نے قرآن کے حوالہ سے بتایا کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں وہ مالی بحرانوں میں کبھی مبتلا نہیں ہوتے اور یہی ایک حل ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ آپ نے کہا کہ اسلام میں زیادہ مال رکھنے والوں پر واجب کر دیا گیا ہے کہ وہ مستحق لوگوں کی مدد کریں۔ اسلام کے مالی نظام کے متعلق بتایا کہ یہ سرمایہ دارانہ نہیں اور نہ ہی اشتراکی ہے اور نہ ہی سوشلسٹ ہے بلکہ خالصتاً اسلامی ہے۔ تقاریر کے آخر پر نمائندگان مذاہب اور مہمانان کرام کی ضیافت کی گئی۔ وقفہ کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس دوران تمام نمائندگان سے مالی بحران سے متعلق مختلف سوالات پوچھے گئے۔

سکھ مذہب کے نمائندہ نے بتایا کہ منصب کا برابر ہونا معاشی بدحالی سے بچا جا سکتا ہے۔ سوال کیا گیا کہ اسلام اور عیسائیت سودی نظام کے خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی رائے کیا ہے۔ دونوں نمائندگان نے اپنی اپنی تعلیم کے مطابق جواب دیا۔ مکرم نور احمد بولستاد صاحب نے بتایا کہ بیت المال کا ذکر اسلام میں ملتا ہے جس سے ضرورت مند کی حاجات پوری ہو سکتی ہیں۔ سکھ نمائندہ نے بتایا کہ سُود اتنی بُری چیز نہیں لیکن اس میں جبر کا پہلو ناپسندیدہ ہے۔ سکھ نمائندہ نے بتایا کہ جنگ اور Crisis لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ہم سب اکٹھے ہو کر کام کریں تو اِن مشکلات سے نکل سکتے ہیں۔ مکرم نور احمد صاحب نے بتایا کہ ہم اس دور میں رہ رہے ہیں جہاں طاقت کے حصول کے لئے کوششیں ہو رہی ہیں۔ یہ بھی Crisis کی ایک وجہ ہے۔

آخر پر مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ ناروے نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

دُعا کے ساتھ یہ جلسہ برخاست ہوا۔ (چوہدری افتخار حسین اظہر۔ جنرل سیکرٹری جماعت ناروے)

جماعت احمدیہ گیانا (Guyana) کے
28ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد

جماعت احمدیہ گیانا کو 28واں جلسہ سالانہ مورخہ 24 اور 25 اکتوبر 2009ء کو منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

امسال حضور انور کی اجازت سے جلسہ سالانہ گیانا میں مکرم لئیق احمد مشتاق صاحب مبلغ سلسلہ سرینام، مکرم وسیم احمد ظفر صاحب مبلغ سلسلہ برازیل اور مکرم ابراہیم بن یعقوب صاحب امیر و مبلغ انچارج ٹرینیڈاڈ بھی تشریف لائے۔ 24/اکتوبر کو بعد نمازِ ظہر و عصر جلسہ کی کارروائی کا آغاز زیر صدارت مکرم ابراہیم بن یعقوب صاحب امیر و مبلغ انچارج ٹرینیڈاڈ ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد خاکسار نے افتتاحی تقریر میں جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ اس کے بعد ایک نو احمدی مسلم مکرم عمر احمد گلاسگو نے احمدی ہونے کی روداد بیان کی۔ انہوں نے بتایا کے خلافت کے روپ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عالمگیر رہنما عطا فرمایا ہے اسی بات نے ان کو قبول حق کی طرف مائل کیا اور محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو خلیفہ وقت سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا جس کی یادیں زندگی بھر ان کو محظوظ کرتی رہیں گی۔ مکرم وسیم احمد ظفر صاحب مبلغ سلسلہ برازیل نے مسیحؑ کی آمد ثانی کے موضوع پر تقریر کی۔ پہلے اجلاس کی کارروائی میں بعض سرکاری افسران اور بعض مذہبی لیڈرز بھی شامل ہوئے۔ اجلاس کے اختتام پر صدر اجلاس نے دعا کروائی۔ نمازِ مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد مجلس سوال و جواب کا اہتمام کیا گیا۔ مکرم ابراہیم بن یعقوب نے سوالوں کے جوابات دئے۔ دوسرے روز نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی اور نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم دیا گیا۔ دوسرے روز کے اجلاس کی صدارت مکرم وسیم احمد ظفر صاحب مبلغ سلسلہ برازیل نے کی۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم عبدالرحمٰن خان صاحب مبلغ سلسلہ نے ''اسلام کی پر امن تعلیم'' پر تقریر کی۔ اس کے بعد ایک نو احمدی مسلم مکرم اسماعیل محمد نے اپنے احمدی ہونے کی روداد بیان کی۔ اس کے بعد چند احمدی بچوں نے اسلامی تعلیمات کے حوالہ سے چھوٹی چھوٹی احادیث نبوی اور آنحضرتؐ کی مدح میں قصیدہ تحریر فرمودہ حضرت مسیح موعودؑ پیش کیا۔ اختتامی اجلاس میں تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم ابراہیم بن یعقوب صاحب نے اپنی تقریر میں اس بات پر روشنی ڈالی کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کیسے آج کی دنیا میں امن کے قیام میں اہم کردار ادا کر رہا ہے دعا کے ساتھ اجلاس کا اختتام ہوا امسال جلسہ کی حاضری 120 تھی۔

جلسہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے پورے ملک میں پیغام پہنچانے کا ایک سنہری موقع عطا فرمایا۔ خاکسار نے نیشنل کمیونیکیشن نیٹ ورک جو کہ حکومت کا ٹیلیویژن چینل ہے سے رابطہ کیا کہ ہمارے جلسہ میں شامل ہونے کے لئے بیرون ملک سے ہمارے مبلغین تشریف لائے ہیں اس لئے ہمیں انٹرویو کے لئے کچھ وقت دیں۔ ہمیں 26/اکتوبر 2009ء کو گیانا ٹوڈے (Today) میں 10 منٹ کا وقت دیا گیا۔ اس پروگرام کے میزبان نے برازیل، ٹرینیڈاڈ، سرینام اور گیانا کے مبلغین کرام سے انٹرویو کے دوران جلسہ کی غرض نیز ان کے ممالک میں جماعت کے متعلق دریافت کیا۔ یہ پروگرام براہ راست پورے ملک میں نشر کیا جاتا ہے۔

(رپورٹ: احسان اللہ مانگٹ۔ مبلغ انچارج گیانا)

بقیہ: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت

تائید و نصرت کی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''جن عظیم الشان لوگوں کو بڑے بڑے عظیم ذمہ داریوں کے کام ملتے ہیں اور بعض اوقات خدا تعالیٰ سے علم پا کر خضر کی طرح ایسے کام بھی ان کو کرنے پڑتے ہیں جن سے ایک کوتہ بین شخص کی نظر میں وہ قابل ملامت ٹھہرتے ہیں۔ ان کے دشمنوں کی باتوں کی طرف دیکھ کر ہرگز بدظن نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اندھے دشمنوں نے کسی نبی اور رسول کو اپنی نکتہ چینی سے مستثنیٰ نہیں رکھا۔ مثلاً موسیٰ مرد خدا جس کی نسبت تورات میں آیا ہے کہ وہ زمین کے تمام باشندوں سے زیادہ تر حلیم اور امین ہے، مخالفوں نے ان پر یہ اعتراض کئے ہیں کہ گویا وہ نعوذ باللہ نہایت درجہ کا سخت دل اور خونی انسان تھا...... ایسا ہی حضرت مسیح پر بھی ان کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ وہ تقویٰ کے پابند نہ تھے ...... ایسا ہی عیسائیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت اور تقویٰ اور امانت پر اعتراض کیا ہے ......

اور ایسا ہی روافض نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عفت اور امانت اور دیانت اور عدالت پر انواع و اقسام کے عیب لگائے ہیں ...... اور ایسا ہی خوارج حضرت علیؓ کو فاسق قرار دیتے ہیں۔'' (تریاق القلوب)

آپؑ کا مخالفین سے خطاب :

حضورؑ فرماتے ہیں: ٹھٹھہ کرو جس قدر چاہو گالیاں دو جس قدر چاہو۔ اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استحصال کیلئے ہر قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے'' (اربعین نمبر ۴)

آپ علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی مگر وہ مجھ کو جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو آخیر تک میرے ساتھ وفا کرے گا اور تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے، تمہارے چھوٹے اور بڑے سب ملکر میرے ہلاک کرنے کیلئے دعائیں کریں۔ یہاں تک کہ سجدہ کرتے کرتے ناک گھس جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں۔ تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعائیں نہیں سنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک کہ وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے منہ اور ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ اور خدا کسی امر کو فیصلہ کے بغیر نہیں چھوڑتا۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور منکرین میں ایک دن فیصلہ کر دیا۔ اسی طرح وہ اب بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا خدا سے مت لڑو۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے کہ مجھے تباہ کر دو''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳)

اللہ کے فضل سے اس وقت جماعت احمدیہ اپنے موجودہ امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دور خلافت میں ۱۹۵ ممالک تک پہنچ چکی ہے اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اصولوں پر چلائے۔ ☆☆☆

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ یورپ دسمبر 2009ء کی مختصر جھلکیاں

دو کام جو جامعہ کے طلباء کو خاص طور پر مدنظر رکھنے چاہئیں۔ایک تربیت، دوسرے تبلیغ۔آپس میں محبت اور پیار کی فضا پیدا کرنا، نیکیوں کی تلقین کرنا اور اپنے ماحول میں حسن سلوک سے رہنا اور اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانا جو کہ بھلائی کا پیغام ہے۔یہ دو مقصد ہیں جو جامعہ احمدیہ کے طلباء کو اپنے سامنے رکھنے چاہئیں۔

(Riedstadat شہر میں جامعہ احمدیہ جرمنی کی عمارت کے سنگ بنیاد کے موقع پر حضور ایدہ اللہ کا خطاب)

(عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر)

بقیہ دورہ حضور انور مورخہ 15 دسمبر 2009ء

خطاب حضور انور:

تشہد وتعوذ اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"الحمد للہ کہ آج اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ جرمنی کو یہ توفیق عطا فرما رہا ہے کہ جامعات احمدیہ کے اجراء کا جو سلسلہ دنیا میں شروع ہوا ہے اس میں گو کہ جماعت جرمنی گزشتہ سال شامل ہو چکی ہے لیکن عمارت بنانے کی توفیق اس کو اس سال مل رہی ہے۔اور آج انشاء اللہ اس کی بنیاد رکھی جائے گی۔

امیر صاحب نے اپنی تقریر میں مختصر تقریر میں جامعہ کے قیام کے مقصد کو کہ کیوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فکر پیدا ہوئی اور یہ خیال پیدا ہوا کہ ہمیں علماء تیار کرنے چاہئیں۔اس کے لئے مدرسہ اور جامعہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ وہ مقصد ہے جو ہمارے جامعہ کے طلباء اپنے ذہن میں رکھتے ہیں کہ یہ نمونہ، یہ اسوہ ان کے سامنے قائم کیا گیا جن کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیا، حضرت مولانا برہان الدین جہلمی صاحبؓ اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ۔اس بات کو تو بہر حال جب جامعہ احمدیہ کا افتتاح ہوا ہے اس وقت مَیں نے طلباء کو کہا تھا کہ اپنے سامنے رکھیں۔ یہ وہ دور ہے جس میں علم کا بھی معیار قائم کیا گیا ان دو بزرگوں کی طرف سے اور وفا اور اخلاص اور تکلیفیں برداشت کرنے کا بھی ایک معیار قائم کیا گیا ان دو بزرگوں کی طرف سے۔ اس وقت تفصیل میں جانے کا وقت نہیں۔ان دونوں کے آپ واقعات پڑھیں تو آپ کو پتہ لگ جائے گا۔

اب مَیں آتا ہوں اس شہر کی دو اہم شخصیات (کی طرف) جو یہاں تشریف لائیں۔ ان میں سے ایک کمشنر صاحب Mr. Will اور دوسرے میئر ہیں اس علاقہ کے Mr. Kummer۔ان کا مَیں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہ صرف یہاں ہمیں جامعہ کی تعمیر کی اجازت دی بلکہ آج کے اس دن اس تقریب میں شامل ہونے کے لئے بھی تشریف لائے۔اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے۔

امیر صاحب نے بھی ذکر کیا ہے اور انہوں نے بھی مختصر اپنی تقریر میں ذکر کیا ہے کہ طلباء جامعہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو آگے پہنچانے والے ہوں اور انہوں نے (یہ شاید کمشنر صاحب نے ذکر کیا) کہ جامعہ احمدیہ اس علاقہ میں ایک دینی مدرسہ جو قائم ہو رہا ہے، آپ کو آزادی سے اپنی دینی تعلیم حاصل کرنے اور اس ماحول میں رہنے کا موقع اس جگہ میسّر آئے گا۔ لیکن ایک بات مَیں واضح کرنا چاہتا ہوں تلاوت کے حوالہ سے بھی، تلاوت جو کی گئی ہے اس میں دو باتیں جو بیان کی گئیں یا سامنے رکھی گئیں بڑی اہم باتیں ہیں کہ ہمارے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اکٹھا کر دیا، نہیں تو تم لوگ آگ کے گڑھے میں گرنے والے تھے اور تمہیں ہدایت کی طرف رہنمائی کی اور تم لوگ وہ ہو جو بھلائی کی طرف بلانے والے ہو۔ خیر کی طرف بلانے والے ہو اور نیکیوں کا حکم دینے والے ہو اور برائیوں سے روکنے والے ہو اور یہی لوگ ہیں جو فلاح چاہتے ہیں۔ یہ تو ایک چیز ہے جو اپنے اندر بھی آپ نے رائج کرنی ہے۔آپس میں محبت و پیار پیدا کرنا یہ ہر احمدی کا فرض ہے۔قطع نظر اس کے کہ اس نے دینی تعلیم حاصل کی کہ نہیں۔ ہر احمدی جو کسی بھی جگہ رہتا ہے وہ آپس میں محبت و پیار کو فروغ دینے والا اور بھلائی کی طرف بلانے والا ہے اور بھلائی کی تلقین کرنے والا ہے اور ہونا چاہئے۔لیکن طلباء جامعہ احمدیہ جو ہیں، خاص طور پر اس بات کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اس بات کی تعلیم ان کو دی جاتی ہے کہ جو دینی علم انہوں نے حاصل کیا ہے اس کو صرف علم کی حد تک اپنے دماغ میں نہ رکھیں بلکہ جو قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کا علم حاصل کریں، اس کو پھر حقیقی رنگ میں بھلائیوں کے پھیلانے اور آپس میں محبت اور بھائی چارے کی تلقین کرنے کے لئے استعمال میں لائیں۔ اور وہ اُسی وقت ہوگا جب خود بھی وہ اس پر عمل کرتے رہے ہوں گے۔ یہ تو ہے ایک اندرونی تربیت جو عام طور پر ہر احمدی اور خاص طور پر جامعہ احمدیہ کے طلباء کا فرض ہے۔

دوسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی کہ تم وہ اُمّت ہو، خیر اُمّت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے نکالی گئی ہے۔ ایک دوسری جگہ بیان فرمایا اس کا ایک اور مطلب یہ بھی ہے کہ دو کام ہیں اہم، جو دینی جماعت کے کرنے والے ہوتے ہیں۔ ایک آپس میں محبت اور پیار کی فضا پیدا کرنا، نیکیوں کی تلقین کرنا اور اپنے ماحول میں حسن سلوک سے رہنا۔

دوسرے علاوہ جماعت کے اپنے معاشرے میں اس کو لاگو کرنا۔ پھر یہ ہے کہ اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانا جو کہ بھلائی کا پیغام ہے اسے ہم نے حاصل کیا ہے، سیکھا ہے اس علم کو اور اب ہم آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ تو یہ دو مقصد ہیں جو جامعہ احمدیہ کے طلباء کو اپنے سامنے رکھنے چاہئیں اور اس بات کو ثابت کرنا ہے آپ نے اس علاقہ کے لوگوں کو جیسا کہ میئر صاحب نے بھی حسن ظن رکھا ہے اور کمشنر صاحب نے بھی کہ یہ دو کام ہیں جو ہم نے کرنے ہیں۔ آپس میں ہم اس طرح رہیں گے تب یہ احساس نہیں ہوگا۔ کیونکہ اداروں میں، سکولوں میں، انسٹی ٹیوشنز میں نوجوانوں میں بعض دفعہ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں جو معاشرے کے ماحول میں بدمزگی پیدا کرتی ہیں۔ آپس میں لڑائیاں بھی ہوتی ہیں لیکن یہاں آپ لوگ وہ لوگ ہیں، وہ کریم ہیں جماعت احمدیہ کی یا آپ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کریم بنیں جماعت احمدیہ کی، وہ معیار حاصل کرنے والے بنیں جن کا ان چیزوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ پیار اور محبت اور جب آپ سڑکوں پر جا رہے ہوں، ظاہر ہے سارا دن آپ نے، ہر وقت آپ نے جامعہ کے اندر تو نہیں رہنا، باہر بھی جائیں گے، بازار بھی جائیں گے، گلیوں میں بھی پھریں گے، سڑکوں پر بھی پھریں گے۔ ایک دوسرے سے اردگرد کے ماحول میں آپ کا رابطہ بھی ہوگا وہاں ہر ایک پہ یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم وہ لوگ ہیں جو بھلائی پھیلانے والے اور آپس میں محبت اور پیار سے رہنے والے لوگ ہیں۔ آپس میں جا رہے ہوں تو پتہ لگے اس علاقہ کے لوگوں کو، جس طرح انہوں نے کہا کہ سو (100) سے زیادہ قومیتوں کے لوگ یہاں رہتے ہیں، مختلف قسم کے لوگ یہاں رہتے ہیں ان کو یہ احساس ہو کہ یہ لوگ جو آئے ہیں اس علاقہ میں نئے طلباء جامعہ احمدیہ، گو کہ احمدی یہاں پہلے سے موجود ہیں لیکن یہ طلباء اس ادارے میں پڑھنے کے لئے آئے ہیں جو جماعت احمدیہ نے قائم کیا ہے۔ اس کا مقصد اسلام کی تعلیم کو ان طلباء میں داخل کر کے، اس کے نور سے بھر کے اس کو پھر آگے پھیلانا ہے۔ ان لوگوں کے اپنے کردار جو ہیں ایسے اعلیٰ ہیں کہ ان کو دیکھ کر ہمیں جو شہر کے رہنے والے دوسرے لوگ ہیں ان کو بھی نمونہ حاصل کرنا چاہئے۔ یہ نوجوان لڑکے جو اٹھارہ انیس سال سے بیس بائیس سال تک کی عمر کے ہیں یہ ایسے وجود ہیں، ایسے لوگ ہیں جن میں سے پیار و محبت اور بھائی چارہ ٹپک رہا ہے۔ نہ صرف اپنے لئے بلکہ غیروں کے لئے بھی۔ نہ صرف ان کو نکالا گیا ہے اپنی بھلائی کے لئے بلکہ اُخْرِجَتْ لِلنَّاس کہا گیا ہے۔ تمہیں لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ احساس ہو جائے اس معاشرے میں، اس علاقہ میں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقت میں معاشرے کی بھلائی کے لئے، انسانیت کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور یہ احساس پیدا ہوگا تبھی آپ لوگ جنہوں نے وقف کیا ہے، اس بات کے لئے وقف کیا ہے کہ جامعہ میں تعلیم حاصل کریں، تربیت کا کام انجام دے سکتے ہیں۔ محبت اور بھائی چارہ کی فضا بھی پیدا کر سکتے ہیں اور جو سب سے اہم کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دنیا میں پہنچانا، اس کو بھی سرانجام دے سکیں گے۔ تبلیغ کا کام بھی انجام دے سکیں گے۔

دو کام جو جامعہ کے طلباء کو خاص طور پر مدنظر رکھنے چاہئیں۔ عمومی طور پر ہر احمدی کو اور خاص طور پر جامعہ کے طلباء کو ایک تربیت دوسرے تبلیغ اور وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب خود اپنی تربیت ٹھیک ہوگی۔ اور جب خود اپنے اوپر وہ تعلیم لاگو کریں جس کو دیکھ کر دوسروں کو بھی آپ کی طرف توجہ پیدا ہوگی اور آپ کے لئے تبلیغ کے راستے آسان ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ جامعہ جس کی آج بنیاد رکھی جائے گی اس کی تعمیر بھی جلد ہو اور آپ لوگوں کو یہاں آکر پڑھنے اور اس ماحول میں اسلام کا نور پھیلانے کی توفیق عطا ہو"۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب کا جرمن زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔

اس کے بعد پروگرام کے مطابق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جامعہ احمدیہ کے سنگ بنیاد کے لئے تشریف لے گئے۔

جامعہ احمدیہ جرمنی کی تعمیر کے لئے مسجد بیت العزیز کے ساتھ والا قطعہ زمین حاصل کیا گیا ہے۔ پلاٹ کا رقبہ 6500 مربع میٹر ہے جس میں سے قریباً 1253 مربع میٹر پر جامعہ کی عمارت تعمیر ہوگی اور اس کے علاوہ 28 کمروں پر مشتمل تین منزلہ ہوسٹل تعمیر کیا جائے گا جس میں 100 سے زائد طلباء کے لئے رہائش کی گنجائش ہوگی اور اساتذہ کے لئے دو رہائشی مکان بھی تعمیر کئے جائیں گے۔ جامعہ میں سات کلاس رومز، ایک ہال، لائبریری، لینگویج لیب، ریسرچ اینڈ کمپیوٹر روم، سٹاف روم اور ایک کینٹین وغیرہ بھی تعمیر کئے جائیں گے۔

جامعہ کے یہ نقشہ جات اور ڈرائینگز بڑے بورڈ پر آویزاں کئے گئے تھے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ نقشہ جات ملاحظہ فرمائے۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جامعہ احمدیہ جرمنی کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور پہلی اینٹ نصب فرمائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے بعد حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا نے اینٹ نصب فرمائی۔

بعدازاں درج ذیل جماعتی عہدیداران اور احباب کوایک ایک اینٹ رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت جرمنی، مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن، مکرم مبارک احمد ظفر صاحب ایڈیشنل وکیل المال لندن، مکرم منیر احمد صاحب جاوید پرائیویٹ سیکرٹری، مکرم حیدر علی صاحب ظفر مبلغ انچارج جرمنی، میئر آف سٹی، مکرم ڈاکٹر محمود طاہر صاحب نائب امیر جرمنی، مکرم شمشاد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی، مکرم لئیق احمد منیر صاحب مبلغ جرمنی، مکرم مقصود احمد علوی صاحب لوکل معلم Riedstadt، مکرم محمود خان صاحب نیشنل سیکرٹری وقف نو، مکرم عدیل عباسی صاحب نیشنل جنرل سیکرٹری، عبدالرحمٰن مبشر صاحب صدر مجلس انصاراللہ جرمنی، مکرمہ امتہ الحئی احمد صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی، مکرمہ مسز مبشرہ الیاس صاحبہ آرکیٹیکٹ، مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب لوکل امیر Riedstadt اور مکرم منیب احمد صاحب طالبعلم جامعہ احمدیہ جرمنی۔

سنگ بنیاد کی اس تقریب کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی۔ دعا کے بعد حضور انور ایدہ اللہ مارکی میں واپس تشریف لے آئے جہاں اس موقعہ پر شامل ہونے والے تمام مہمان حضرات اوراحباب جماعت کے لئے بڑے وسیع پیمانہ پر ریفریشمنٹ کا انتظام کیا گیا تھا۔ حضور انور احباب کے ساتھ 25 منٹ تک تشریف فرما رہے اور چائے نوش فرمائی۔ بعدازں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کچھ وقت کے لئے لجنہ کی مارکی میں تشریف لے گئے اور خواتین نے شرف زیارت حاصل کیا۔

ناصر باغ کے لئے روانگی

دوپہر ایک بج کر 35 منٹ پر یہاں سے ''ناصر باغ'' کے لئے روانگی ہوئی۔ راستہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کچھ وقت کے لئے مکرم سید اقبال شاہ صاحب کے گھر تشریف لے گئے اوراہل خانہ کی درخواست پر ان کے بیمار اور معذور بیٹے کے لئے دعا کی۔ جب حضور انور باہر تشریف لائے تو دو گھر چھوڑ کر ایک مخلص احمدی دوست مکرم عبدالسمیع عارف صاحب اور ان کی فیملی اپنے گھر سے باہر کھڑی تھی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت انہیں شرف مصافحہ سے نوازا اور کچھ وقت کے لئے ان کے گھر بھی تشریف لے گئے اور ان دونوں گھروں کو برکت بخشی۔ ان دونوں گھروں کے مکین اپنی خوش نصیبی پر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ یہ چند منٹ کی مبارک گھڑیاں ان کے لئے سرمایہ حیات بن گئیں۔ اللہ یہ سعادت ان کے لئے مبارک کرے۔

ایک احمدی بچی جو سکول سے اپنے گھر جارہی تھی اسی گلی سے گزرتے ہوئے حضور انور کے قافلہ اور گاڑیوں کو دیکھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس بچی نے حضور انور کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل کی اور دعائیں لیں۔ حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا نے اس بچی کو پیار کیا اور اپنے ساتھ لگایا۔ یوں راہ چلتے ہوئے یہ خوش قسمت بچی ڈھیروں دعائیں اور انمٹ یادیں لئے ہوئے اپنے گھر لوٹی۔

یہاں سے روانہ ہونے کے بعد دو بج کر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ناصر باغ تشریف آوری ہوئی جہاں لوکل امارت گروس گیراؤ اور اردگرد کی جماعتوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا استقبال کیا۔ احباب نے فلک شگاف نعرے بلند کئے اور بچوں اور بچیوں نے استقبالیہ نظمیں پڑھیں اور گیت گائے۔ ہر چھوٹا بڑا ہاتھ ہلا ہلا کر اپنی عقیدت وفدائیت کا اظہار کر رہا تھا۔ ایک طفل سید عاشر احمد شاہ نے حضور انور کی خدمت میں پھول پیش کئے۔ ایک بچی عزیزہ عائشہ عزیز بھٹی نے حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی خدمت میں پھول پیش کئے۔

80ء کی دہائی میں ناصر باغ (گروس گیراؤ) جماعت احمدیہ جرمنی کا مرکزی سینٹر رہا ہے۔ جماعت احمدیہ جرمنی کا جلسہ سالانہ اور ذیلی تنظیموں کے سالانہ اجتماعات یہیں ہوتے تھے۔ بعد میں جماعت کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر جماعت کا نیا سینٹر 'بیت السبوح' اور جلسہ گاہ کے لئے بہت بڑی جگہیں لی گئیں۔ اب یہ لوکل امارت گروس گیراؤ کا سینٹر ہے۔

منارۃ المسیح (گروس گیراؤ) کا افتتاح

جماعت نے یہاں منارۃ المسیح (قادیان) کی طرز پر ایک منارہ تعمیر کرنے کی توفیق پائی ہے۔ اس منارہ کی اونچائی قریباً ساڑھے آٹھ میٹر ہے۔ 2007ء میں اس کی تعمیر کی اجازت ملی۔ اپریل 2008ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی۔ اس منارہ کی تعمیر سفید ماربل سے ہوئی ہے جو کہ اٹلی کی ایک فرم نے مہیا کیا ہے۔ اس منارہ کی تعمیر پر قریباً 75 ہزار یورو خرچ آیا جو ایک مخلص احمدی نے ادا کیا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ربن کاٹ کر اس منارہ کا افتتاح فرمایا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ منارہ کے اوپر لاؤڈ سپیکر بھی لگائیں۔ بعدازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ازراہ شفقت مشن کے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے جہاں مکرم لئیق احمد منیر صاحب مبلغ سلسلہ جرمنی کی فیملی رہائش پذیر ہے۔

گروس گیراؤ لائبریری کا افتتاح

ناصر باغ میں لوکل امارت گروس گیراؤ نے اپنی لائبریری قائم کی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس لائبریری کا بھی افتتاح فرمایا اور لائبریری کا معائنہ فرمایا۔ حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ جماعت نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جلدیں شائع کی ہیں وہ بھی منگوا کر اپنی لائبریری میں رکھوائیں۔ نیز روحانی خزائن کی جو نئے سیٹ اَپ کے ساتھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں وہ بھی رکھیں۔ قادیان سے کتب شائع ہوئی ہیں ان سے فہرست منگوائیں اور پھر کتب منگوا کر رکھیں۔ اسی طرح لندن سے بھی کتب حاصل کریں۔

جرمن زبان کے حصہ کا معائنہ کرتے ہوئے حضور انور نے دریافت فرمایا کتاب شرائط بیعت یہاں ہے؟ حضور انور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اس کتاب کا جرمن ترجمہ ہو چکا ہے۔ فرمایا تو منگوا کر یہاں رکھیں اور شعبہ اشاعت کو توجہ دلائیں کہ وہ آپ کو مہیا کریں۔

ناصر باغ سے اڑھائی بجے روانگی سے قبل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی دعا کروائی اور قافلہ بیت السبوح فرنکفرٹ کے لئے روانہ ہوا۔ دوپہر تین بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیت السبوح تشریف آوری ہوئی۔

نماز ظہر وعصر کی ادائیگی سے قبل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت Limburg جرمنی کی ممبر محترمہ عائشہ بشریٰ ناہید صاحبہ اہلیہ مکرم فیروز مبارک صاحب آف ربوہ کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ مرحومہ نے ایک روز قبل وفات پائی تھی۔

بعدازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز ظہر وعصر مسجد بیت الفتوح میں جمع کر کے پڑھائیں اور نمازوں کی ادائیگی کے بعد اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

فیملی ملاقاتیں

پانچ بج کر 40 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے دفتر تشریف لائے اور پروگرام کے مطابق فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج جرمنی کی جماعتوں ورس برگ، کاسل اور فرینکفرٹ کی 21 فیملیز کے 102 افراد نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ ہر فیملی نے حضور انور کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ حضور انور نے ازراہ شفقت بڑی عمر کے بچوں کو قلم عطا فرمائے اور چھوٹے بچوں اور بچیوں کو چاکلیٹ عطا فرمائے۔ ملاقاتوں کا یہ پروگرام چھ بج کر 40 منٹ تک جاری رہا۔

نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ جرمنی کے ساتھ میٹنگ

ملاقاتوں کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ میٹنگ روم میں تشریف لے گئے جہاں نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ جرمنی کے ساتھ میٹنگ شروع ہوئی۔ حضور انور نے دعا کروائی اور باری باری تمام قائدین سے ان کے شعبوں اور کام کا جائزہ لیا اور ساتھ ساتھ ہدایات سے نوازا۔

معاون صدر سے ان کے سپرد کام کے بارہ میں حضور انور نے دریافت فرمایا۔ معاون صدر صاحب نے بتایا کہ صدر صاحب جو کام سپرد کرتے ہیں اس کی ہم تعمیل کرتے ہیں۔

قائد عمومی سے حضور انور نے مجالس کی تعداد، چھوٹی اور بڑی مجالس کی تعداد اور ان میں شامل انصار کی تعداد کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ حضور انور کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی گئی کہ انصار کی مجالس کی تعداد 236 ہے جن میں سے 40 مجالس ایسی ہیں جن کی انصار کی تجنید 20 تک ہے اور جو باقی مجالس ہیں ان کی انصار کی تجنید 20 سے زائد ہے۔

قائد عمومی نے حضور انور کے دریافت فرمانے پر بتایا کہ وہ روزانہ دس گھنٹے دفتر میں بیٹھتے ہیں اور روزانہ کی ڈاک میں دوصد سے زائد خطوط کا جواب دیا جاتا ہے۔

حضور انور کے دریافت فرمانے پر قائد عمومی نے بتایا کہ ہم نے سو فیصد مجالس سے ماہانہ رپورٹ حاصل کی ہیں۔ حضور انور کی خدمت میں رپورٹس کی وصولی کا چارٹ پیش کیا گیا۔ حضور انور نے یہ چارٹ ملاحظہ فرمانے کے بعد بتایا کہ مئی، جون اور جولائی میں آپ نے سو فیصد رپورٹس حاصل کی تھیں جبکہ بعد کے ماہ میں کچھ کمی آئی ہے۔ بہرحال آپ کی اچھی رپورٹ ہے۔

حضور انور نے دریافت فرمایا کہ جو رپورٹ آپ کو موصول ہوئی تھیں تو ان رپورٹس پر جواب کون دیتا ہے۔ قائد عمومی صاحب نے بتایا کہ جملہ قائدین اپنے اپنے شعبہ کی رپورٹ پر جواب دیتے ہیں اور قائدین کے جوابات اور تبصرے صدر مجلس کی نظر سے گزرتے ہیں؟

صدر مجلس نے بتایا کہ وہ رپورٹس پر قائدین کی رہنمائی کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ یہ جواب دیں اور اس طرح لکھیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ قائدین کو خود جواب دینے دیں۔ خود کام کرنا اتنا اہم نہیں ہے جتنا کام کروانا اہم ہے۔

قائد تعلیم القرآن ووقف عارضی سے حضور انور نے وقف عارضی کے پروگرام کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ حضور انور کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی گئی کہ وقف عارضی کے پروگرام پر توجہ نہیں ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ مَیں نے مجلس انصاراللہ یوکے پر اپنے خطاب میں انصاراللہ کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ وقف عارضی میں حصہ لیں اور باقاعدہ پروگرام بنا کر سکیم بنا کر وقف عارضی کریں۔ یہ خطاب ایم ٹی اے پر نشر ہو چکا ہے۔ آپ نے سنا ہے؟

حضور انور نے فرمایا کہ جب مَیں ایک بات کسی مجلس انصاراللہ کو کہتا ہوں تو وہ سب کے لئے ہوتی ہے۔ جو اچھی مجالس ہیں وہ اخبارات میں شائع ہونے والی رپورٹس سے ہدایات لیتی ہیں اور ان پر عمل کرتی ہیں۔ اپنے پروگرام بناتی ہیں اور پھر مجھے لکھتی ہیں کہ فلاں ملک کی مجلس عاملہ انصاراللہ کو جو ہدایات دی تھیں وہ ہم نے لی ہیں اور پروگرام بنا کر ان پر عمل کیا ہے۔

قائد تعلیم نے اپنی رپورٹ دیتے ہوئے بتایا کہ سہ ماہی نصاب دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث بھی دی جاتی ہے۔ حضور انور نے فرمایا ایک حدیث تین ماہ کے لئے کافی نہیں۔ ارذل العمر والے کے لئے تو ایک حدیث تین ماہ میں ہوسکتی ہے۔ جو صف دوم کے ہیں ان کے لئے زیادہ نصاب ہونا چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی چھوٹی کتاب مقرر کرلیں اور وہ ان کو دیں اور پھر اس کا امتحان لیں۔

صدر مجلس نے بتایا کہ مجالس کو مقالہ ''ہستی باری تعالیٰ'' کے عنوان پر دیا ہوا ہے۔ نیز مختلف عناوین پر صاحب علم لوگوں سے تقاریر تیار کروائی جاتی ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ تقریریں کروا کر سوال وجواب کروائیں پھر فائدہ ہوگا۔

حضور انور نے فرمایا جو انصار فارغ ہیں ان کو تبلیغ

کے لئے استعمال کریں، ان سے کام لیں۔ جو جماعتیں آپ کی Active ہیں وہ آپ کو بے تحاشا لوگوں کی فہرستیں مہیا کرسکتی ہیں۔ تبلیغ میں سب کو Active کرنا پڑے گا تب جا کر کام ہوگا۔

حضور انور کی خدمت میں رپورٹ پیش کی گئی کہ 24 تبلیغی مجالس کروائی گئی ہیں جن میں 684 افراد شامل ہوئے ۔ حضور انور نے دریافت فرمایا کہ ان مجالس سے جو استفادہ کیا اس سے آگے کیا فائدہ اٹھایا ۔ ان لوگوں سے بعد میں رابطہ رکھنا چاہئے ۔ Follow Up کا سلسلہ ہونا چاہئے۔

قائد تربیت نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ وہ انصار جو مسجد کے نزدیک نہیں رہتے اور اسی طرح وہ انصار جو رابطہ نہیں رکھتے ان کا جائزہ لیا جائے۔ کوشش کا کیا نتیجہ نکلا ۔ کیا آپ اس سے مطمئن ہیں ۔ قائد تربیت نے بتایا کہ آہستہ آہستہ نتیجہ نکل رہا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ تین سال سے آپ کوشش کر رہے ہیں۔ 36 مہینے گزر گئے ۔ تین سال پہلے کیا حالت تھی، اب کیا حالت ہے؟

قائد صاحب نے بتایا کہ میرے پاس اب ذمہ داری آئی ہے۔ حضور انور نے فرمایا اب ذمہ داری کا آنا کوئی بہانہ نہیں ہے۔ اصل میں یہ ہے کہ شعبہ تربیت نے کام کیا ہے ۔ **جو بھی سابقہ قائد ہے اس کا فرض ہے کہ اپنے شعبہ کی رپورٹ مکمل کر کے جائے تا کہ آئندہ آنے والا اس کام کو آگے بڑھائے ۔** ہر قائد یہ سوچ کر کہ مَیں ایک سال کے لئے قائد ہوں اس نہج پر کام کروں ، اس نہج پر چلا جاؤں کہ آئندہ آنے والا قائد اس سے فائدہ اٹھائے اور آگے کام بڑھا سکے تب ہی فائدہ ہوگا ورنہ نیا آنے والا پھر صفر سے کام شروع کرتا ہے۔

قائد ایثار نے اپنے شعبہ کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ نئے سال کے شروع میں جو وقارِ عمل ہوتا ہے اس میں ہم شامل ہوتے ہیں ۔ پھر بوڑھے لوگوں کے ہوسٹلز میں بھی وزٹ کیا جاتا ہے اور اسی طرح مختلف شہروں میں پودے لگائے جاتے ہیں۔ ہم نے سب شہروں میں شجر کاری کی ہے۔ حضور انور نے فرمایا یہاں ایک پودا لگائیں تو بہت سراہا جاتا ہے اس لئے اگر پچاس، سو (100) لگائیں گے تو شور پڑ جائے گا۔

حضور انور نے فرمایا آپ ان کو کہیں کہ ہمیں کوئی گلی دو ہم آپ کو پچاس، سو (100) پودے لگا دیں گے ۔ جنگل میں خاص ایریا ہوتا ہے وہ لیا جا سکتا ہے یا پارک وغیرہ کا کوئی حصہ لے لیں کہ ہم یہاں پودے لگائیں گے اور اس کی دیکھ بھال کریں گے۔ اس سے آپ کا بہت زیادہ تعارف بڑھ سکتا ہے اور آپ کو ہر طرف سراہا جائے گا اور حکام سے رابطے اور تعلق بڑھیں گے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہر جگہ مجلس ایسے کام کر رہی ہو جہاں پروجیکشن مل رہی ہو ہمسایہ کی طرف سے بھی اور پھر علاقہ میں بھی تو پھر حق میں آواز بلند ہوتی ہے۔ جس طرح کہ آج جامعہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر ہوا۔ میئر نے بھی اور دوسرے مہمانوں نے بھی کھلے دل کے ساتھ آپ کے حق میں اظہار کیا۔ حضور انور نے فرمایا اس کے لئے پوری ریسرچ کریں اور جائزہ لیں کہ ہم کس طرح کے پودے لگا سکتے ہیں ۔ گلوبل وارمنگ کا آج کل بڑا شور ہے۔ اگر آپ اس طرح کے کام کر رہے ہوں گے تو کوئی پتہ نہیں کہ کسی وقت حکومت آپ کی مدد کرنی شروع کر دے۔ حضور انور نے فرمایا نئے راستے نکالنا اصل کام ہے۔ صرف جوانوں کے جوان کا خطاب لے لینا اصل کام نہیں ہے۔

قائد تبلیغ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ آپ نے تبلیغ کا ٹارگٹ کیا رکھا ہے۔ جس پر موصوف نے بتایا کہ مشرقی جرمنی کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ ایک حصہ خدام کو اور ایک حصہ انصار کو دیا ہے۔ حضور انور نے دریافت فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کو اسلام سے دلچسپی ہے کہ نہیں؟ انہوں نے چالیس سال بھوکے گزارے ہیں ۔ اب ان کو کھانے پینے، دولت اور عیاشی سے غرض ہے۔

حضور انور نے فرمایا شہروں سے باہر نکلیں اور چھوٹی جگہوں پر رابطے کریں۔ کونسل سے رابطے کریں ، گھروں سے رابطے کریں، سیمینار منعقد کریں ، انٹرفیتھ کانفرنس کا انعقاد کریں اور ایسے عناوین لئے جائیں کہ لوگوں میں دلچسپی پیدا ہوا۔ مثلاً خدا تعالیٰ کا وجود، اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے، تیسری جنگ عظیم سے کس طرح بچا جا سکتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا یہ کہنا غلط ہے کہ جرمنی میں دلچسپی نہیں ہے۔ بڑے شہروں میں کم ہوگی لیکن چھوٹی آبادیوں اور دیہاتوں میں آپ کو لوگ ملیں گے ۔ آہستہ آہستہ تعارف حاصل ہوگا ۔ بڑے شہروں میں تو دنیا داری ہے ۔ یہ لوگ اپنے سیاسی رابطے رکھیں گے یا پھر علم رکھنے کی وجہ سے بعض معلومات کے حصول کے لئے رابطے رکھیں گے کہ کیا ہو رہا ہے ۔ جو لوگ شہر سے باہر ہیں ان پر بے شک میڈیا کا اثر ہوتا ہے لیکن شہر کے ھلّے گلّے کا اثر نہیں ہوتا۔

حضور انور نے فرمایا کہ شہروں میں سیمینار کرنا ، بکسٹال لگانا اور نمائشوں کا انعقاد کرنا یہ پرانے طریقے تو ہیں لیکن اب اپنی روایات کے اندر رہتے ہوئے نئے طریقے بھی اختیار کریں ۔ پرانے طریقے بھی ساتھ رکھیں لیکن اپنی روایات کے مطابق نئے راستے بھی اختیار کریں ۔ یہ نہیں کہ آؤ تمہیں ڈانس دکھائیں گے پھر تبلیغ کریں گے۔ مذہب وہ سکھانا ہے جو ہماری حقیقت ہے جو ہماری روایات کے مطابق ہے۔

قائد مال نے بتایا کہ سال 2008ء میں سو فیصد سے زائد وصولی کی توفیق پائی ۔ حضور نے فرمایا یہ نہیں کہہ سکتے کہ سو فیصد وصولی کر لی ہے ۔ یہ ممکن نہیں ہے ۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بجٹ کے مطابق وصولی کر لی ہے ۔ اس بجٹ میں کئی انصار ایسے ہوں گے جو ابھی شامل نہیں ہوں گے اور کئی ایسے ہوں گے جنہوں نے کم چندہ دیا ہوگا اور کئی ایسے ہوں گے جو ابھی شامل نہیں ہوں گے اور کئی ایسے ہوں گے جنہوں نے زیادہ دیا ہوگا ۔ کئی آپ کے زیر اثر ہوں گے انہوں نے آپ کے مانگنے پر زیادہ دے دیا ہوگا ۔ اس طرح سو فیصد وصولی کر لی ہوگی ۔

حضور انور نے بجٹ کے بارہ میں دریافت فرمایا ۔ قائد مال نے بتایا کہ انصار کی تجنید 3437 ہے ۔ بجٹ چار لاکھ 28 ہزار یورو ہے۔ گزشتہ سال چندہ مجلس تین لاکھ 61 ہزار یورو تھا ۔ امسال اضافہ کے ساتھ تین لاکھ 74 ہزار یورو ہے۔

قائد صحت جسمانی نے بتایا کہ اجتماع کی ایک رپورٹ کھیلوں وغیرہ کی ایک صوبہ کے اخباروں میں شائع ہوئی ہے۔ اس بارہ میں مزید کام کر رہے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دریافت فرمانے پر **قائد نو مبائعین** نے بتایا کہ گزشتہ سال پانچ مختلف اقوام کے 14 انصار نو مبائعین تھے ۔ جب کہ امسال تین مزید آئے ہیں ۔ دو پاکستان سے اور ایک جرمنی کا ہے۔ ان سب سے رابطہ مجالس کے ذریعہ اور فون کے ذریعہ رکھا جاتا ہے۔ نماز اور دوسرا سلیبس زعماء کو دیا ہوا ہے کہ اس کے مطابق ان نو مبائعین کی تیاری کروائیں۔ مختلف اقوام کے 63 انصار ہیں ان کو بھی سلیبس بھجوایا جاتا ہے تا کہ وہ بھی استفادہ کر سکیں۔ ہم ان کو اجتماعات میں شامل کرتے ہیں، ان کے مقابلہ جات ہوتے ہیں، ان کے سلیبس کے مطابق مقابلہ جات ہوتے ہیں۔

قائد اشاعت سے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کیا مجلس کا کوئی اپنا رسالہ ہے؟ تو قائد اشاعت نے بتایا کہ گزشتہ سال ہم نے ''سیدنا مسرور نمبر'' نکالا تھا ۔ اب بھی ایک بلٹن نکالنا تھا لیکن اس میں کچھ اصلاح ہونے والی تھی ۔ صدر صاحب مجلس نے روکا ہوا ہے۔ حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کیا اشاعت کی ٹیم نہیں ہے جو معیار دیکھے ۔ اپنی ٹیم بنائیں اور اس میں پڑھے لکھے لوگ شامل کریں۔

قائد تحریک جدید نے بتایا کہ ہم جماعت جرمنی کے تحریک جدید کے چندہ کا 1/4 حصہ جمع کرتے ہیں۔ ہمیں یہ ہدایت ہے کہ چوتھا حصہ مجلس انصار اللہ دیا کرے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ مَیں نے کوئی اصول نہیں بتایا تھا۔ قائد تحریک جدید نے بتایا کہ گزشتہ سال انصار اللہ جرمنی کی طرف سے وعدہ دو لاکھ دس ہزار یورو کا تھا۔ اس کے بالمقابل ہمیں دو لاکھ 63 ہزار 928 یورو جمع کرنے کی توفیق ملی تھی۔

قائد تجنید سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ کیا آپ کی تجنید میں تمام انصار شامل ہیں۔ موصوف نے بتایا کہ ہماری تجنید ابھی تسلی بخش نہیں ہے۔ حضور انور نے فرمایا تو آپ تسلی بخش بنائیں اور مجالس سے رپورٹ لیا کریں۔ Follow up کرتے رہیں۔ زعیم مجلس کا کام ہے کہ جب کوئی ناصر منتقل ہو تو اس کی اطلاع کریں۔

معاون صدر برائے سو مساجد نے بتایا کہ ہم اپنے وعدے بڑھا رہے ہیں ۔ امسال ہمارا وعدہ پانچ لاکھ 71 ہزار یورو کا ہے۔

شام سات بج کر 35 منٹ پر مجلس انصار اللہ جرمنی کی عاملہ کے ساتھ یہ میٹنگ اپنے اختتام کو پہنچی ۔ آخر پر مجلس عاملہ کے ایک ممبر شیخ منیر احمد صاحب نے حضور انور کے قریب آ کر اپنی اہلیہ کی بیماری کے بارہ میں رپورٹ پیش کی۔ حضور انور نے ازراہ شفقت دوائی تجویز فرمائی۔ میٹنگ کے اختتام پر نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ جرمنی نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت ممبران کو شرف مصافحہ سے نوازا۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت السبوح میں تشریف لا کر مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں ۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ)

Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908-1968)
(ESTABLISHED 1956)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
5, SOOTERKIN STREET, KOLKATA-700072

BANI AUTOMOTIVES
56, TOPSIA ROAD (SOUTH)
KOLKATA- 700046

BANI DISTRIBUTORS
5, SOOTERKIN STREET
KOLKATA-700072

® BANI
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات

محمود احمد بانی
منصور احمد بانی
اَسد | شہروز | مسرُور

PHONE: CITY SHOWROOM: 2236-9893, 2234-7577, WAREHOUSE: 2343-4006, 2344-8741, RESIDENCE: 2236-2096, 2237-8749, FAX: 91-33-2234-7577

بقیہ: ”آہ نادر شاہ کہاں گیا“

ظاہر ہو رہے ہیں۔ آسمان اور زمین پے در پے اور چلا چلا کر مسیح موعود کی صداقت کی شہادت دے رہے ہیں۔ آخر تم کب تک انتظار کرتے رہوگے۔ کیا تم جانتے ہو کہ موت کا وقت کب آئے گا۔ پس کیوں خوف نہیں کرتے کہ کہیں انتظار ہی انتظار میں جان نہ نکل جائے۔ سچ سچ کہو کہ تم کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین ہے تو مرنے کے بعد تم نے اس کے لئے کیا جواب سوچ رکھا ہے۔

آہ! تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں کہ کیا خدا نے ہندوستان میں ظاہر ہونا تھا اور وہ نہیں جانتے کہ جب خدا عراق میں ابراہیم پر ظاہر ہوا تھا تو اس وقت بھی لوگوں نے یہی کہا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ عراق میں ظاہر ہوتا ہے اور جب وہ سینا میں موسیٰ پر ظاہر ہوا تھا تو اس وقت بھی لوگوں نے یہی کہا تھا کہ کیا خدا نے بنی اسرائیل میں ہی ظاہر ہونا ہے اور جب وہ مسیح علیہ السلام پر نازل ہوا تھا تو اس وقت بھی لوگوں کو یہی شبہ ہوا تھا کہ کیا وہ ناصرہ جیسی حقیر بستی میں ہی ظاہر ہوسکتا تھا اور پھر وہ جب عرب میں سید ولد آدم پر ظاہر ہوا تو قرآن کو کھول کر پڑھو اس وقت کے یہود نے بھی اس پر تعجب کیا تھا کہ کیا اس نے عرب میں ہی ظاہر ہونا تھا بلکہ یہود تو یہود خود اہل عرب نے کہا تھا کہ کیوں ہمارے بڑے شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر خدا ظاہر نہ ہوا۔ پس یہ وسوسہ نیا نہیں اور نہ یہ وسوسہ نیا ہے کہ خدا کا کلام پیچھے رہ گیا ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو اس سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی قوم نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا تھا۔

پس خدا تعالیٰ کے صریح نشانات دیکھ کر ان وسوسوں میں نہ پڑو کہ لیس الخبر کالمعاینۃ۔ جب صداقت مسیح موعود علیہ السلام کثرت معجزات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوچکی تو محض وسوسوں اور شبہات پر کیوں ایمان کی ساعت کو پیچھے ڈالتے ہو کہ ایمان کی ایک ساعت کفر کی زندگی سے زیادہ قیمتی ہے۔

اپنے پیدا کرنے والے کی آواز کو پہچانو:

اے متلاشیان حق! خواہ تم کسی ملک کے ہو، میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا نور آ گیا۔ پس آنکھیں بند نہ کرو اور غفلت کو ترک کردو۔ دیکھو ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ جو کچھ پہلے کرتا تھا اب بھی کرتا ہے اور تازہ بتازہ نشانات سے اسلام کی زندگی اور رسول کریمؐ کی حیات سرمدی کو ثابت کرتا ہے۔ تم کو کیا ہو گیا کہ تم اپنے پیدا کرنے والے کی آواز کو نہیں پہچانتے اور اپنے مالک کے جلوہ کو شناخت نہیں کر سکے۔ کیا دل مر گئے ہیں یا خدا تعالیٰ نے ہی کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگا دی ہے۔

یاد رکھو! خدا کا نور منہ کی پھونکوں سے نہیں بجھتا۔ جس درخت کو اللہ تعالیٰ نے لگایا ہے، اسے کون کاٹ سکتا ہے۔ جو نام خدا نے لکھا ہے اسے کون مٹا سکتا ہے۔ جس قوم کو خدا نے بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے اسے کون گھٹا سکتا ہے۔ پس خالق ارض وسما کے ارادہ سے مت ٹکراؤ کہ سمندر کی لہر مضبوط پہاڑوں سے ٹکرا سکتی ہے لیکن انسان خواہ کسی قدر ہی طاقتور ہو۔ خدائے واحد کے ارادہ کی مخالفت نہیں کرسکتا۔

مسیح موعودؑ کی جماعت کی ترقی:

دیکھو ہر دن جو چڑھا ہے مسیح موعود کی جماعت کو بڑھا رہا ہے باوجود سب لوگوں کی مخالفت کے یہ جماعت بڑھ رہی ہے۔ پھر تم کیوں اس امر کو جو ہو کر رہنا ہے، خوشی سے قبول نہیں کر لیتے اور اس دن کے انتظار میں ہو جب خدا تعالیٰ کی تلوار تمہاری گردنوں پر رکھی جائے۔ یاد رکھو کہ ہمیشہ ہی خدا کے مامور ذلیل اور ان کی جماعتیں حقیر سمجھی گئی ہیں لیکن دُنیا کی مخالفت نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اور ذلیل ہی سب عزتوں کا سرچشمہ بنے اور وہ حقیر ہی سب بڑائیوں کے وارث ہوئے۔ پس اُٹھو! اور اپنی اور اپنی اولادوں کی جانوں پر رحم کرتے ہوئے حق کو قبول کرو کہ ایک ایک دن قیمتی اور ایک ایک ساعت انمول ہے۔ تمہارا خدا تم کو اپنا قرب بخشنے کیلئے بیتاب ہے اس کی آغوش آج پھر اسی طرح تمہارے لئے کھلی ہے جس طرح ابراہیم اور موسیٰ اور مسیح اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کھلی تھی۔ اس نعمت کی قدر کرو اور جو عزت کا مقام تمہارا رب تم کو بخشنا چاہتا ہے اسے قبول کرو۔ وآخر دعونا ان الحمدللہ ربّ العالمین“۔ والسلام خاکسار

(مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء بحوالہ کتابچہ۔ ایک تازہ نشان کا ظہور۔ از قلم حقیقت رقم۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مطبوعہ نومبر ۱۹۳۳ء)

☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

بقیہ خلاصہ خطبہ جمعہ

راشدہ اور بعد کے دور میں اسلام پھیلتا چلا گیا اور جہاں اللہ نے فیصلہ کیا سزا کا وہاں سزا بھی دی۔

فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ یا تو لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے مخالف طاقتوں کی زمین گھٹتی جائے گی یا اللہ عذاب اور آفات کے ذریعہ ان پر زمین تنگ کرتا ہے، ماضی میں بھی کرتا رہا ہے اور اب بھی کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ اللہ کے حکم کو کوئی توڑنے والا نہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ساتھ ہے تو کون ہے جو اس کی ترقی میں روک بن سکے۔

فرمایا: مخالفین کی بڑی بڑی طاقتیں چھوٹی کر دی گئی ہیں۔ اسلام کیلئے خوشخبری ہے۔ حقیقی مسلمانوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کیلئے خوشخبری ہے کہ مسیح محمدی کی آمد کے ساتھ اسلام نے دنیا کے کناروں تک پھیلنا ہے اور پھیل رہا ہے۔ پس ہماری تبلیغ تو ایک معمولی کوشش ہے۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اسلام نے ہی غالب آنا ہے انشاء اللہ لیکن محبت اور پیار کے پیغام سے اور دعاؤں سے یہی کام ہمارے ذمہ لگایا گیا ہے۔ باقی خدا کی تقدیر کس طرح فیصلہ کر رہی ہے اس کی کچھ جھلکیاں ہم دنیا پر آفات کے آنے سے دیکھ رہے ہیں۔ زلزلے طوفان، تباہیاں یہ سبھی اس کی تقدیر کا چکر چل رہا ہے۔ کاش! مسلمان بھی اللہ کی تقدیر کا حصہ بننے کیلئے کہ غلبہ انشاء اللہ اسلام کو حاصل ہونا ہے اور اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دکھانا ہے، آپ کی جماعت کا حصہ اور آپ کے مددگار بنیں اور مخالفتیں ترک کر دیں۔

فرمایا: اس زمانہ میں بھی جو آفات آرہی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ہیں۔

حضور انور نے خطبہ جمعہ کے آخر میں فرمایا کہ گزشتہ دنوں چلی میں اور اس سے پہلے ہیتی میں بھی زلزلہ آیا تھا اور بھی طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں، یہ سب چیزیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ہیں۔ آخر پر حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو عقل اور سمجھ دے کہ وہ اللہ کے فرستادے کو پہچاننے والے ہوں اور اللہ کی سزا سے بچیں اور ہمیں بھی اسلام کا حقیقی پیغام پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس راستے میں ہر مشکل اور تکلیف ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والی ہو نہ کہ خوفزدہ ہو کر ہم اپنے کاموں سے رکنے والے ہوں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

بقیہ تقریر محترم مولانا محمد عمر صاحب

” قادیانیوں کی روز افزوں ترقی، لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کا قادیانی مذہب میں داخل ہونا، دنیا کا قادیانیت کی طرف بڑھتا ہوا میلان بظاہر اس بات کی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی طرف کھڑا ہے کیونکہ ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے کہ ساری امت ایک طرف ایک چھوٹی سی جماعت ایک طرف۔ تیل کی دولت حکومتوں کا ساتھ سوادِ اعظم ہونے کا دعویٰ نتیجہ؟ صفر۔

آخر کیوں؟ اگر ہم نے سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ پر غور اور عمل نہ کیا تو جس رفتار سے قادیانیت کا سیلاب بڑھ رہا ہے اس کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آئندہ چند سالوں میں یہ ساری دنیا کے ساتھ پاکستان کو بھی بہا لے جائے گا۔ کہتے ہیں کہ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

مَیں آخر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح پرور تحریرات میں سے دو مختصر اقتباسات پیش ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

” اے عقل مندو! میرے کاموں سے مجھے پہچانو۔ اگر مجھ سے وہ کام اور وہ نشان ظاہر نہیں ہوئے جو خدا کے تائید یافتہ سے ظاہر ہونے چاہئیں تو تم مجھے قبول نہ کرو۔ لیکن اگر ظاہر ہوئے ہیں تو اپنے تئیں دانستہ ہلاکت کے گڑھے میں مت ڈالو۔ بدظنیاں چھوڑ دو۔ بدگمانیوں سے باز آجاؤ کہ ایک پاک کی توہین کی وجہ سے آسمان سُرخ ہو رہا ہے اور تم نہیں دیکھتے اور فرشتوں کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے اور تمہیں نظر نہیں آتا۔ خدا اپنے جلال میں ہے اور درودیوار لرزہ ہے۔ کہاں ہے وہ عقل جو سمجھ سکتی ہے۔ کہاں ہیں وہ آنکھیں جو وقتوں کو پہچانتی ہیں۔ آسمان پر ایک حکم لکھا گیا۔ کیا تم اُس سے ناراض ہو۔ کیا تم ربّ العزت سے پوچھو گے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اے نادان انسان باز آجاؤ کہ صاعقہ کے سامنے کھڑا ہونا تیرے لئے اچھا نہیں۔“ (سراج منیر صفحہ ۵)

آپؑ فرماتے ہیں:

” خدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھا دے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائیگا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔

بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر سب کو خدا درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اے سُننے والو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔ انشاء اللہ۔

(تذکرہ صفحہ:۸۴۶)

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فتح وظفر کے وہ دن دیکھنا نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نونیت جیولرز
NAVNEET JEWELLERS
Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments
الیس اللہ بکافٍ عبدہ‘ کی دیدہ زیب انگوٹھیاں اور لاکٹ وغیرہ
احمدی احباب کیلئے خاص
خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

EDITOR
MUNEER AHMAD KHADIM
Tel. Fax: (0091) 1872-220757
Tel. Fax: (0091) 1872-221702
Tel : (0091) 1872-220814
badrqadian@rediffmail.com

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OFTHE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly B A D R Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 59 Thursday 11/18 March 2010 Issue No. 10-11

SUBSCRIPTION
ANNUAL : Rs. 350/-
By Air : 35 Pounds Or 60 U.S. $
: 40 Euro
:65 Canadian Dollar

انبیاء اور الٰہی جماعتوں کے افراد کی ذمہ داری تبلیغ کا حق ادا کرنا ہے، مخالفین کو کب اور کس طرح سزا دینی ہے یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے

اس زمانہ میں آنے والی زمینی اور آسمانی آفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید اور آپ کی صداقت کا نشان ہیں۔

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۵ / مارچ ۲۰۱۰ء بمقام مسجد بیت الفتوح لندن

تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت اقدس امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ الٰہی جماعتوں کے افراد کی بھی وہی ذمہ داری ہوتی ہے جو ان کے قائم کرنے والے انبیاء کی ہوتی ہے یعنی خدا تعالیٰ کی طرف بلانے اور لوگوں کے گمراہ کن خیالات اور تعلیمات جو زمانے کے گذرنے کے ساتھ مزید بگڑتے چلے جاتے ہیں کی نشاندہی کر کے انہیں سچائی کا رستہ دکھانا۔ اور مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی انبیاء اور ان کے ماننے والوں نے یہ کام کیا تو ان کی بھرپور مخالفت ہوئی اور زمانے کے فرعون ہامان اور ان کے ٹولے اپنا پورا زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح انبیاء اور ان کی جماعت کو نیست و نابود کر دیا جائے اور یہ سلوک مذاہب کے ساتھ ہوتا رہا ہے جب تک وہ اپنے حقیقی دین پر قائم رہے۔

فرمایا: جبکہ سنت اللہ یہی ہے تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دشمنان اسلام نے یہی سلوک کرنا تھا۔ باوجود اس کے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے اور برگزیدہ تھے، آپؐ کو ابتلاؤں اور تکلیفوں اور جنگوں وغیرہ سے جس طرح گذرنا پڑا اس کی مثال بھی گزشتہ انبیاء میں نہیں ملتی لیکن آپؐ ان سب سے کامیاب گذرتے گئے اور یہی ایمان کی پختگی اور چٹانوں کی طرح مضبوط۔ عزم آپ نے صحابہ کرام میں پیدا فرما دیا اور کوئی تکلیف اور تعداد وہتھیاروں کی کمی ان صحابہ کے ایمان کو متزلزل نہیں کرسکی۔ قرآن کریم میں ان ایمان والوں کا اللہ تعالیٰ نے کس طرح ذکر فرمایا ہے۔ حضور نے اس سلسلہ میں سورہ آل عمران کی دو آیات کی تلاوت فرمائی اور اس کا ترجمہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو لبیک کہا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے ان میں سے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے احسان کیا اور تقویٰ اختیار کیا بہت بڑا اجر ہے۔

اسی طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ بیان فرمایا کہ وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف لوگ اکٹھے ہوگئے ہیں پس ان سے ڈرو تو اس بات نے ان کو ایمان میں بڑھا دیا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

حضور نے فرمایا: اس ایمان کی مضبوطی اور خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کا نظارہ ہمیں نظر آتا ہے۔ حضور نے اس سلسلہ میں جنگ احد کے تاریخی واقعات بیان فرمائے، جب صحابہ نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے دشمن کے ہر وار اور حملے کو ناکام کر دیا۔

فرمایا: مذاہب کی تاریخ میں یہ عجیب نظارہ نظر آتا ہے فرمایا: ایک دو واقعات نہیں بلکہ صحابہ کی تاریخ ان واقعات سے بھری پڑی ہے کہ دشمن کا ایک ہونا اور ان کا مومنین کو خوفزدہ کرنا کبھی کامیاب نہیں ہوسکا۔

فرمایا: آج مسیح محمدی کی جماعت کے افراد کو بھی اسی طرح خوف دلانے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کسی گروہ، کسی ٹولے کسی اسمبلی یا کسی تنظیم کے ڈرانے سے نہیں ڈرتے بلکہ ہمیشہ صبر واستقامت دکھاتے ہوئے اپنے ایمان میں پختگی پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔ ماریں کھاتے ہیں، صبر کرتے ہیں، مالی نقصان اٹھاتے ہیں، شہید کئے جاتے ہیں لیکن ایمان میں لغزش نہیں آنے دیتے دشمن چاہتا ہے کہ اس طرح اُن کے ماں باپ، بیوی بچے بہن بھائی خوفزدہ ہوکر دین کو چھوڑ دیں گے لیکن مومنین کے خلاف یہ سب منظّم سازشیں انہیں مخالفین کے گروہ کے رعب میں نہیں آنے دیتیں بلکہ ان کا جواب ہمیشہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ہوتا ہے۔ ہمیشہ ان کی نظر خدا تعالیٰ پر ہوتی ہے۔

فرمایا: آج دنیا کے بعض ممالک میں احمدیت کی مخالفت ہے تو یہ احمدیت کی سچائی کی دلیل ہے یہ چیز ہمیں پہلے سے زیادہ دعاؤں کی طرف متوجہ کرنے والی ہوتی ہے اور ہونی چاہئے۔ فرمایا: اس مخالفت اور گروہ بندی نے احمدیت کو نہ کوئی نقصان پہنچایا نہ پہنچا سکتے ہیں۔ مومن کے نزدیک ظاہری نقصان کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اصل چیز ایمان کی دولت ہے۔

فرمایا: آج کل ہندوستان کے بعض علاقوں میں مخالف ٹولے جمع ہوگئے ہیں اور نومبائعین کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی حال بنگلہ دیش میں تھا اور اب بھی جہاں موقعہ ملتا ہے کرتے ہیں۔ یہی حال عرب کے بعض ممالک میں ہے جب انہیں احمدیوں کا پتہ چلتا ہے تو حکومتی ادارے انہیں خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شام ہو یا مصر ہو یا کوئی اور دوسرا علاقہ ہو۔ یہی حال بلغاریہ میں احمدیوں سے کیا جارہا ہے تاکہ وہ احمدیت چھوڑ دیں۔ یہی حال روس کی بعض مسلمان ریاستوں میں ہے۔ غرض دنیا کے مختلف ممالک میں مسیح محمدی کی جماعت کی مخالفت اس کی عالمگیریت ثابت کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت حسیب کو سمجھنے والے ہمیشہ ہر جگہ یہی جواب دیتے ہیں کہ خواہ گروہ بندیاں کر کے جتنی مرضی مخالفت کرلو ہمارا ہمیشہ یہی جواب ہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کیونکہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے یہی سیکھا ہے۔

فرمایا: احمدیوں کو ہمیشہ صبر اور برداشت کے ساتھ بغیر کسی خوف کے ان تکلیفوں کو برداشت کرتے چلے جانا چاہئے اور اپنے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرتے چلے جانا چاہئے۔

حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صبر کے متعلق ایک بصیرت افروز اقتباس پیش کرنے کے بعد فرمایا: آج کے لئے حسیب کے حوالے سے میں نے دو مضمون منتخب کئے تھے۔ ایک یہی ہے جو بیان ہوگیا جو مومنوں کی ایمانی حالت کی تصویر کشی کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ ثابت قدم اور صابر مومنین کیلئے مخالفین کی مخالفت انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے کا باعث بنتی ہے اور انہیں حسبنا اللہ کا ادراک دلاتی ہے۔

دوسری آیات جو میں بیان کرنے لگا ہوں۔ یہ انبیاء اور ان کی جماعت کا مقصد بتاتی ہیں کہ جو پیغام نبی پر اترا ہے اسے کھول کر دنیا تک پہنچا دو اور یہی تمہارا کام ہے اس کا حساب لینا کہ مانتے ہیں یا نہیں مانتے اور نہیں مانتے تو کیا سلوک کرنا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور خدا تعالیٰ حساب لینے میں تیز ہے۔

حضور نے سورہ رعد کی آیات کی تلاوت اور ترجمہ پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ پہلی آیت جو ۴۹ ویں آیت ہے اس میں اس سے پہلی آیت کے مضمون کو چلاتے ہوئے بات ہورہی ہے جس میں بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا سزا دینے کا اپنا طریق ہے۔ وہ مالک ہے۔ کب اور کس طرح مخالفین کو سزا دینی ہے یہ وہ بہتر جانتا ہے۔ وہ عالم الغیب ہے اور اس کے علم میں ہے کہ کب اور کس کیلئے سزا کی ضرورت پڑنی ہے۔

فرمایا: کہ عمومی بات کہنے کے بعد ضروری نہیں کہ وہ فوری ان سزاؤں کو لاگو بھی کردے گا۔ سزا جو نشان کے طور پر ہے۔ اس کا مقصد اصلاح ہے اللہ کے علم میں ہے کہ کون سے ایسے ہیں جو نبی کی مخالفت سے باز آجائیں گے اور اصلاح کرلیں گے اور سزا سے بچ جائیں گے اور کتنے ایسے ہیں جو کسی صورت میں بھی باز آنے والے نہیں اور مخالفتوں اور شرارتوں میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ پھر ان پر سزا وارد ہونی ہے۔ پس اللہ نے فرمایا کہ اے نبی! کچھ انذاری وعدے جو تیرے ذریعہ کئے گئے ہیں بعض لوگوں کے عملوں کی وجہ سے تو وہ فوری ہم دکھائیں گے اور بعض ہوسکتا ہے کہ اے نبی تیری وفات کے بعد پورے ہوں۔

فرمایا: کہ اصل کام نبی کا اور جماعت کا تبلیغ کرنا ہے۔ سزا مقصود نہیں۔ اصل مقصد ایک خدا کا عبادت گزار بنانا ہے۔ پس جو حد سے بڑھے ہوئے ہیں ان کے بارے میں انذاری پیشگوئیاں پوری ہوں گی اور بعض کو چھوٹ بھی دی جائے گی لیکن یہ اصولی بات ہے جن عملوں پر انذار کیا گیا ہے وہ نبی کی زندگی میں کریں یا بعد میں کریں ان پر پکڑ ہوگی اگر اصلاح نہیں کرتے اور کس طرح پکڑ ہوگی یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔

فرمایا: آج احمدی اس بات پر گواہ ہیں کہ بہت ساری پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں اور ہر نیا دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو ظاہر کرتے ہوئے طلوع ہو رہا ہے۔

اگلی آیت کے حوالے سے حضور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر دن گواہ ہے کہ کس طرح اسلام اپنے زمانہ میں پھیلتا چلا جارہا تھا اور مخالفین کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل رہی تھی۔ مختلف شہروں کے امیر غریب اسلام میں شامل ہوکر اپنے آپ کو محفوظ حصار میں لا رہے تھے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مکہ بھی فتح ہوگیا اور عرب سے باہر اسلام پھیل گیا اور پھر خلافت

(باقی صفحہ 27 پر ملاحظہ فرمائیں)